

تواریخ کلیسیا

کا

مُجمل بیان

مُسنَّف

میں ڈور تھیا چین اسٹیفن صاحبہ

مُترجمہ

مسٹر صغیر فضل الہی پال

ایں پتی۔ سی۔ کے

انارکلی۔ لاہور

۱۹۶۰

دول

قَوْلُ الْمَسِيحِ

”اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو“

یوحنا ۱۵: ۲۷

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے“

یوحنا ۱۶: ۱۲

”پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ“

متی ۱۸: ۱۹

”اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں“

متی ۲۸: ۲۰

پیش لفظ

وہ مضمون جس سے میں اپنے کالج کے ایام میں بے حد نفرت کرتا تھا تو تاریخ کا مضمون تھا۔ یعنی ہر قسم کی تواریخ۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ وہ طریق تعلیم تھا جس سے مجھے پہلے پہل یہ مضمون پڑھایا گیا۔ ہمیں بادشاہوں کی تاذائیں، لڑائیاں اور جنگوں کے نام معاذات! صلح کے فقرات اور نامعلوم اشخاص کے نام حفظ کرنے پڑتے تھے۔ بعد ازاں جب میں نے تواریخ کلیسیا کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے پھر اسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا مجھے تواریخ کی کتابیں، تاریخوں، بہتوں اور کونسلوں کے تذکروں سے بھری ہٹی نظر آئیں۔ میرا خیال ہے کہ اس غلط طریق تعلیم کا میں ہی واحد طوطہ سے شکار نہیں ہوں بلکہ غالباً اور اصحاب بھی میری طرح ہیں۔

میں دور تقیاجین ایشیئن کونفرن تعلیم میں درجہ کمال کی اہلیت حاصل ہے۔ آپ کی پیشوائی میں تواریخ کلیسیا کا مطالعہ کرنا خوشی اور غلطی کی ترکیب حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کے رنگہ ایفشن سے واضح کردہ نیگیووں کو سنا ہے اس سر کی تعریف کرتے ہیں کہ آپ نے کلیسیا کی ترقی اور شریک موجودہ مشنوں کے

مسائل اور کلیسیا جامع کے از سر نو اتحاد کرنے کے موضوع پر کافی
 روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں آپ کے وہ یکچرخ قلمبند ہیں جو آپ
 نے غیر متقسم ہندوستان کے مختلف طرح کے سامعین مثلاً
 انگریز، غیر انگریز، ہندوستانی اور مغربی لوگوں کے رُوبرُو
 دئے تھے۔

اب آپ اپنی مشنری خدمات کو پورا کر کے ہندوستان سے
 تشریف لے گئی ہیں۔ لیکن آپ کی یہ کتاب ہندوستانی کلیسیا
 کے لئے آپ کی اودامی کے تحفوں میں سے ایک تحفہ ہے۔
 میں بڑی خوشی سے اس تحفے کو ہندو پاک اور غیر ممالک کے
 مسیحی کارندوں کے سپرد کرتا ہوں۔

وی۔ ایس۔ ڈورنگیل

مندرجات

باب

صفحہ

۷	خداوند یسوع مسیح کی آمد کی تیاری	پہلا
۱۶	خداوند یسوع مسیح کی خدمت	دوسرا
۲۵	دوسری اور تیسری صدیاں	تیسرا
۳۵	اساتذہ نظامین کی تبدیلی زندگی	چوتھا
۴۳	کونسلیں ۱۔ آگستین اور جیروم	پانچواں
۵۲	افسوس کی دو کونسلیں	چھٹا
۶۱	مغرب میں مسیحیت کی توسیع و اشاعت	ساتواں
۶۲	طریقہ اسلام	آٹھواں
۷۸	صلیبی جنگیں	نواں
۸۷	مغربی کلیسیا کی زندگی	دسواں
۹۵	مغربی کلیسیا کی زندگی	گیارہواں
۱۰۲	توریت اور انوار	بارہواں
۱۰۹	ممالک مشرق کی کلیسیا میں	تیرھواں
۱۱۷	مغربی اصلاح دین	چودھواں
۱۲۶	مشرقی بیداری	پندرہواں
۱۳۳	مغرب میں مذہبی اور فاضلہ بیداری	سولہواں
۱۴۱	علم طبیعیات اور کتاب مقدس کا ساتھ ساتھ مطالعہ	سترھواں
۱۵۱	انجیل اور عیسویں صدیوں کی تحریکیں	اٹھارواں

OUTLINE HISTORY OF THE CHRISTIAN CHURCH

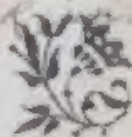
BY

DORTHEA JANE STEPHEN

S. TH

تواریخ کلیسیا کا مجمل بیان

Khurshid Khan.
Christian Description



ایس بی سی کے

انارکلی - لاہور

بار اول

تعداد ۱۰۰۰

پہلا باب

خداوند یسوع مسیح کی آمد کی تیاری

مسیحی کلیسیا کی ابتدا ملک فلسطین کے شہر یروشلم میں ہوئی۔ اس ملک اور اس کے عظیم الشان شہر کا محل وقوع یسوعا نبی کے الفاظ میں قلمبند ہے۔
یہی وہ مقام ہے جہاں سے سچے مذہب کی روشنی اور حرارت بہترین طریق سے ساری دنیا کے کونے کونے تک پہنچ سکتی تھی۔

ابتدائی اوقات ہی سے فلسطین، ایشیا، افریقہ اور یورپ کا مقام اتصال بنا رہا ہے۔ وہ مقامات جو اب شمالی افریقہ، عربستان اور وسط ایشیا کے صحرا نظر آتے ہیں، کسی زمانے میں زرخیز چراگاہیں تھیں یہاں غیر مذہب لوگ شکار کھیلا کرتے تھے اور رویشی پالا کرتے تھے۔ زمانہ بید میں ہماری دنیا کی اب وہاں میں پچھلاسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ یہ جگہیں آہستہ آہستہ خشک مٹی بنی گئیں۔ بالآخر اس جغرافیائی تبدیلی کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو انسان اور حیوان ان علاقوں میں پائے جاتے تھے وہ دیہاتے نیل کی طرف اور میسر پوتامہ اور سندھ کی وادیوں کی طرف نقل مکان کر گئے۔ ان لوگوں نے جو ان وادیوں میں بستے تھے ایک دوسرے کے ساتھ سلسلہ تجارت شروع کر دیا۔ وہ بڑی بڑی شاہراہیں جو ان مقامات کو آپس میں ملاتی تھیں۔ بحیرہ روم کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ پانی جاتی تھیں اور ان نیچی پہاڑیوں کے دامن سے گزرتی تھیں۔ بعد ازاں

اسی مقام پر اسرائیلیوں نے سکونت اختیار کی۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً چھ سو سال قبل از مسیح عوام الناس نے
تہذیب و تمدن کو قبول کیا۔ اس زمانہ سے زمانہ حال تک یعنی تین صدیوں میں
مذکورہ ممالک میں اور مشرقِ بعید کے ملک چین میں کئی قسم کی تہذیبیں بامِ عروج
پر چڑھیں اور بعد ازاں ان پر زوال آیا۔

یہودی تہذیب

عیسائیت کی تاریخ تقریباً ۲۱۰۰ قبل از مسیح حضرت ابراہیمؑ کی کہانی سے شروع
ہوتی ہے۔ یہ کہانی اس امر کو واضح کرتی ہے کہ عبرانی مذہب نے کس طرح نشرو
نما پائی۔ یہ مذہب پہلے پہل ان مذاہب کی طرح ہی تھا جو اس مذہب کے
قرب و جوار میں پائے جاتے تھے لیکن جوں جوں زمانہ بدلنا گیا یہ مذہب اپنی
نوعیت میں بالکل نیا نظر آنے لگا۔

یہودی خیال کے مطابق خدا پاک ایک زندہ شخصیت ہے۔ ہم اس کی ذات
کے متعلق سچا علم حاصل کر سکتے ہیں چاہے کہ ہمارا علم اس کے متعلق تھوڑے
سے تھوڑا ہی ہو۔ ہم اس کے ذاتی علم کو نہ رسوم سے اور نہ ہی عمیق خیالات
سے حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کا سچا گیان بخش نیک زندگی بسر کرنے سے حاصل
ہوتا ہے۔ رسم و رسوم کا مجبور علم نہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اور بہت تھوڑے
لوگ فلسفیانہ خیالات کے بحرِ بے کراں میں غوطہ دگا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس
نیک زندگی بسر کرنے سے ہر ایک شخص خدا کی قربت کو حاصل کرنے کی اہلیت پیدا
کر سکتا ہے۔

میں اسرائیل کو یہ نقطہ سمجھنے میں ایک طویل عرصہ لگا اور اس عرصہ میں انہوں

نے کئی بار ایسا محسوس کیا کہ اس سے قبل کہ وہ اس سبت کو سیکھیں یا تو یہ مذہب خود بخود ختم ہو جائے گا یا ان کی قوم ہی فنا ہو جائے گی۔ سن ۷۲۲ قبل از مسیح میں ایک اسوری بادشاہ نے سلمیریہ پر قبضہ کر لیا اور بہت سے لوگوں کو زنجیریں سن کر کے اپنے ساتھ لے گیا اور ملک میں بارہ قبیلوں میں سے صرف دو قبیلوں کو چھوڑا۔ ۱۸۷۷ء میں ایک اور اسوری بادشاہ نے یروشلم پر حملہ کر کے اپنے ہمراہ سب کچھ لے گیا۔ ۱۸۹۷ء میں ایک اسوری بادشاہ اس پر قابض ہوا اور ۱۸۷۷ء میں وہاں کے باشندوں کو غلام بنا کر بابل میں لے گیا اور یروشلم کی ہیکل کو جلا دیا۔ ان حالات میں کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ مذہب باطنی خواہیوں اور بد اخلاقیوں کے باعث دم کھٹ کر مر جائیگا۔ شاہجہاں لوگ بہت پرستی میں پھنس گئے اور انہوں نے انبیاء کی تعلیم کو سننے سے انکار کر دیا یا جب بابل کی اسیری کے بعد مسلسل نبوت ختم ہوا اور شریعت ایک کڑی روایت کی شکل اختیار کر گئی۔ تو قوم اسے پھر باپ یا ماں کی کچھ حد نہ نہیں دیتے۔ (مرقس ۷: ۱۲)

لیکن ان تمام ناموافق حالات اور ان حالات کے بدترین تجربات کے باوجود بنی اسرائیل میں ایک قسم کا مذہب پیدا ہوا جو نئے عالم کی کسی بھی قوم کے پاس نہیں پایا جاتا تھا۔ مختلف دفتروں میں کئی دفعہ اس مذہب کو چالائے (CHALDEAN) مصر، اسیریا، فارس اور یونان کے مذاہب سے دوچار ہونا پڑا۔ پہلی صدی قبل از مسیح میں اس مذہب کو رومی مذہب سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔

رومی مذہب :-

شہر روما کی بنیاد آٹھویں صدی قبل از مسیح میں رکھی گئی تھی۔ یہ وہ وقت

تھا جبکہ فارس میں نسی اسٹریٹل کو یہ پیام دے رہا تھا۔ تیسری صدی کے اوائل
 حضرت میں رُومِ اعلیٰ کا سب سے مقدم شہر تھا۔ تیسری صدی میں رُوم نے
 یونان کو فتح کیا۔ پہلے پہل اس کی قوت کی دھماک مشرقی ممالک میں پھیل اور
 ایشیائے کوچک اور مصر نے اس کے اثرات کو محسوس کیا۔ اس کی سیاسی
 قوت کے ساتھ ساتھ اس کا مذہبی تصور بھی پاروں اطراف میں پھیلنا شروع
 ہو گیا۔

رُوم کے مذہبی خیالات بہت گہرے نہیں تھے۔ اس کی ابتدا عین یہی
 ہے جو ہمیں براہِ چین اور چند دیگر ممالک کے مذاہب میں نظر آتی ہے۔ رومی
 نکتہ نظر سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ دنیا میں ایسی ایسی ارواح پائی جاتی ہیں جو
 انسانی زندگی، پرورش، شادی، موت، پل جوتے اور بیچ پونے وغیرہ کے
 ہر ایک فعل کی محافظ ہیں۔ ان ارواح کے رُوموں دعاؤں کی جاتی تھیں اور قربانیاں
 دی جاتی تھیں۔ اس مذہب کا تعلق خاندان اور کھیتی باڑی کے ساتھ تھا جو ان
 جوں رومیوں کی سیاسی قوت پھیلنے لگی تو ان کے مذہبی خیالات اور
 سیاسی اقتدار بڑھتے چلے گئے تھے کہ ان کا مذہب ایک شہر کا مذہب بن گیا۔
 رومیوں کے ہاں شہریت کے فرائض کا بہت زیادہ احساس تھا۔ وہ سلطنت
 جس کی بنیاد رومیوں نے رکھی تھی پورے عالم میں سب سے زبردست سلطنت
 بن گئی جس کا دنیا عالم میں کوئی ثانی نظر نہیں آتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہودیہ رومی
 سلطنت کے اثرات سے متاثر ہو گیا۔

یہودیہ رومی سلطنت میں شامل ہو گیا

اسیری کے بعد یہودیہ کی سر زمین شاہان فارس کی محکوم ہو گئی۔ اس کے

بعد اُن یونانیوں کے قبضہ میں آ گئی جو مصر میں حکومت کرتے تھے بعد ازاں وہ دیگر یونانیوں کی حکومت پر مبنی جو انطاکیہ میں حکمران تھے۔ مکیائیوں کے ایک خاندان نے جو پہلے پہل وطن پرست تھے لیکن آخر کار وہ ظالم بن گئے تھے۔ یہودیہ کو ان کے ہنجر سے چھڑایا تھا۔ انہوں نے نصف لوگوں کو بھاگ کر نئے پر آمادہ کر دیا اور باقی نصف لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔ یہ دونوں جماعتیں بعد ازاں فریسی اور صدوقی کہلائیں۔ اودوم کے ایک متمول سردار بنام مہرو دیس نے میکائیوں کے آخری شہزادوں پر تسلط جمایا اور ان کے خاندان کی آخری شہزادی سے شادی کر لی۔ لڑائیوں اور ناگہانی جنگوں کے باعث ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آخر کار ایک جماعت نے رومی جنرل پمپی (POMPEY) سے درخواست کی کہ وہ ملک کی عیان حکومت اپنے ہاتھ میں لے۔ چنانچہ پمپی روم کی طرف بڑھا اور ۶۳ قبل از مسیح میں اسے فتح کیا۔ اس کے بعد رومی امن کا دور شروع ہوا جو چار صدیوں تک جاری رہا۔ رومی حکومت کے ساتھ امن و نظم و نسق اور آناؤی حکومت کے تمام ممالک میں آتی۔ عام طور پر حکومت کے حدود اربعہ میں کوئی جگہ نہیں لڑی لگتی اور عوام کے لئے سفر کرنا چھوٹے سے بہت آسان ہو گیا۔ رومی منصف عام طور پر عادل تھے اور اگرچہ رومی صوبیدار لوگوں پر ظلم و ستم دھاتے تھے تاہم عوام کو ان کے خلاف اپیل کرنے کی اجازت تھی۔

یونانی مذہب :-

اہل روم نے سلطنت کی باج ڈھونڈنے والی تھیں یونانیوں نے انہیں حکومت کو سکایا۔ یونانی مذہب کے مسائل کے مطابق بشر کا پناہ دینا یا دیوی تھیں۔ ان دیوی دیوتاؤں کا تعلق عام طور پر فطرت کی قوتوں سے تھا مثلاً صبح

یا سمندر یا بالیدگی حاصل کرتا ہوا تاج کا پورا۔ بعض دفعات ان دیوی دیوتاؤں کو مشہور سے بانی اور محافظ خیال کیا گیا ہے۔ یہ تصور اس قوم کے لئے کافی تھا جو صرف سیاسی طبیعت رکھتی تھی لیکن یہ تصور فلسفیوں کے لئے کافی نہ تھا جو ظاہری دنیا کے پیچھے حقیقت کی کھوج میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے جو محض اس دنیا کو بہتر بنانے کے خیال کے ملین نہ تھے بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ایک نئی زندگی حاصل کریں جو اس مادی دنیا ہی کی نہ ہو بلکہ اس سے بلند ورجہ کی ہو۔

انسانی طبیعت کے اس تقاضا کو پورا کرنے کی غرض سے روم، اسیر یا ایشیاء کوچک اور یونان میں ایسے ایسے مذاہب پیدا ہو گئے جنہیں مسٹری ریلیجنز کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہ مذاہب ایٹ پیروں کو ایک قسم کی نئی زندگی کی دیوتا سے شرکت و وصال جسمانی زندگی میں تعلیمات اور موت کے بعد ابدی زندگی کے حصول کے لئے مدعو کرتے ہیں۔ ان مذاہب میں سے ہر مذہب پرستار ہونے کے لئے ایک یا زیادہ شرکت کی رسم ادا کی جاتی ہے اور ان سب میں شرکت، موت اور نبوت کے موضوعات پاسے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خیال ایک مسٹری یا مجید کے رنگ میں غالباً ڈرامائی کرداری کے ٹیپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر خیال کا وارد مدار کوئی بقتہ یا روایت ہے جس کا تعلق مرمیوں سے، سورج کی روشنی کے طلوع اور غروب ہونے یا زمین کے لڑنے یا نئے طور سے بالیدگی پالنے سے ہے لیکن ان کا تعلق کسی تو ربی حقیقت سے وابستہ نہیں ہے۔ ان مذاہب میں سب سے مشہور مذہب مشتراس کا مذہب ہے۔ مشتراس سورج دیوتا کا ایک روپ ہے۔ یہ

مذہب مسیحیوں کے ہاں مقبول عام تھا۔

پہلی صدی قبل از مسیح میں یہودی مذہب۔

(الف) مسیح یا امسح۔

تمام مذکورہ مذاہب نے کسی حد تک ملطفت روم کے باشندوں کی تسلی و تسکین کر دی تھی لیکن یہودیوں کو ان سے تسلی نہ ہوئی۔ ان کے تعلق یہ کہا گیا ہے کہ ان کا وجود عوام و خواص کے لئے صرف اعلیٰ اور مخصوص تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودی لوگ ان خیالات کو جنہیں عوام مانتے تھے قبول نہیں کرتے تھے۔ عوام کے خیالات کو قبول کرنا ان کے لئے مشکل تھا۔ مسیح سے قبل آخری دور صدیوں میں یہودیوں نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ اس وقت ان کی سماجی حالت کو ذوال آہنگا تھا اور ان کی قدیم امیدیں کہ وہ سیاسی شان و شوکت حاصل کریں گے مٹی میں مل گئی تھیں اور اب وہ کسی درجہ کے بے حال کے منظر تھے۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب مومؤد و خراب اور بڑی دنیا کا ناتواں ہوگا تو زندگی کا کوئی نیا دور شروع ہوگا۔ وہ ایک نجات دہندہ کی آمد کے منتظر تھے جو نہ صرف ایک دیوی بادشاہ ہوگا بلکہ وہ آسمان کی طرف سے نجات دہندہ مقرر ہو کر آئیگا۔ اس اُمید کا اخبار ایپوٹیفکس کی کتابوں میں کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں سے ایک کا نام حنوک کی کتاب ہے جس کا ذکر یہودیوں میں کیا جاتا ہے۔

(ب) حیات باوقی۔

اہل ہرود کو بہت سی اُمیدیں مسرور و مسرور کیا۔ انہیں یہ اُمید تھی کہ خدا

انسانوں کو پیار کرتا ہے وہ موت کے وقت فنا نہیں ہوں گے بلکہ وہ ابدی زندگی میں داخل ہوں گے۔ حمد ضیق کے قدیم ترین حصوں میں اس اعتقاد کا کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ زبور ۳۰ آیت ۹ میں مرقوم ہے۔

”جب میں گد میں جاؤں تو میری موت سے کیا فائدہ؟“

کیا خاک تیری ستائش کریں؟ کیا وہ تیری سپاہی کو بیان کریں؟“

زبور ۸۴ کی آیات ۱۰-۱۱ میں مرقوم ہے۔

”کیا وہ جو مر گئے ہیں اٹھ کر تیری تعریف کریں گے؟ کیا تیری شفقت کا

چرچا گور میں ہو گا یا تیری وفاداری کا جہنم میں؟“

یسعیاہ باب ۳۸ کی آیت ۱۸ میں حزقیل بادشاہ اپنی بیماری سے

شفا حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے۔

”وہ اس لئے کہ ہمارا مال تیری ستائش نہیں کر سکتا اور موت سے تیری حمد

نہیں ہو سکتی۔“ وہ جو گور میں اتارنے والے ہیں تیری سپاہی کے میدان نہیں جھگڑے اور

یہ اُمید صاف و صریح الفاظ میں زبور ۴۴ کی چھٹیوں آیت میں نظر آتی

ہے۔

”وہ جو میرا جسم اور میرا دل زائل ہو جائیں، تو بھی خدا ہمیشہ میرے دل کی

لکت اور بجزو ہے۔“

اس مقام پر خدا سے متعلق رکھنا اس اُمید کا دار و مدار ہے۔ یہ اُمید خدا

سے صورت میں دیگر زبوروں میں دکھائی دیتی ہے (ملاحظہ ہو ۱۶: ۱۰) ہیں

یہ اُمید دانیل نبی کی کتاب کے بارہویں باب کی دوسری آیت میں نظر آتی ہے۔

”اور جو خاک میں سرور ہے ہیں ان میں سے جیتنے والے، انہیں گے جس

حیات ابدی کے لئے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے لئے۔“

بہیں یہ اُنہی دوسری صدی قبل مسیح کی اور کرناک کتب میں نقل ہے
 وہ راستہ زول کی یہ ہیں خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ (حکمت ۱۱)

۲۔ مکالموں ہائے ایک ماں کے ساتھ میٹوں کی گمانی پال مانی
 ہے۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تھے یہ کہ وہ اپنا کھانے سے
 انکار کرتے ہیں لہذا یہ بے ہودہ میرے موت کو قبول کرتے ہیں اور اس طرح
 وہ کسی مستقبل کی قیامت کا اعلان کرتے ہیں۔

”یونیا کا بادشاہ ہیں جو اس کی شہریت کے لئے مرے ہیں زندگی
 کی آخری تجدید کے لئے زندہ کھڑا کرے گا“

پھر ۳۔ مکالموں ہائے جنہاں آریوں کی کہانی ہے۔ ان کی ٹی ہے جو
 جنگ میں مارے گئے تھے۔ وہ وہ اپنے پیروں کے پیچھے۔ سر پٹ کے ٹورن
 گنڈے درجہ دس سر پہنے ہوئے تھے۔ یہ وہاں مکالموں سے فوت سے جلد
 صبح کیا تازہ ان دیوں کے لئے گئے۔ کاغذ پر پیش کیا جاسکے ان مکالموں سے
 ہیں معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کی آمد سے قبل اس مضمون پر کسی حد تک یوحنا
 تعلق موجود تھا۔

۴۔ خدا نے وامد تو یہ معلوم کا احمد ہر زمانے میں ایک دل لوگوں پر
 مونا۔ ۱۰

دسکندید کے گھنٹہ کا قول۔ دوسری صدی بعد از مسیح۔ (لاخط موباب)

دوسرا باب

خداوند یسوع مسیح کی خدمت

اس کتاب کے شروع میں انجیل مقدس کی چار آیات لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے تین آیات ہمارے سامنے تین باتوں یا کاموں کو پیش کرتی ہیں جو کلیسیا کو اس کے ابتدائی مرحلہ میں مدد پیش تھے اور جو ابھی تک اسے سر انجام دیتے ہیں یعنی رہی دینا، سکھانا اور سکھانا۔ چوتھا کام ہمیں یہ سکھانا ہے کہ وہ کونسی بات سے جو واحد طور پر ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ ہم ان آیات کو پورا کریں۔

عقیدہ قیامت مسیح

خداوند مسیح کی خدمت غالباً دو سال اور چھ ماہ تک جاری رہی۔ تقریباً ۳۰ عیسوی سے سن ۳۰ عیسوی تک خداوند مسیح نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا جس کے منظر اہل یہود تھے۔ انہوں نے اس دعویٰ کو رد کر دیا اور رومی حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے صلیب پر چڑھائے۔ خداوند مسیح کی موت کے بعد مسیحی کلیسیا بہت جلد ہی وجود میں آئی۔ اس کی بنیاد قیامت مسیح کے عقیدہ پر قائم تھی۔ اس وقت کلیسیا یروشلم میں ایک سو چوبیس افراد کے ایک گروہ پر مشتمل تھی۔ (اعمال ۱: ۱۵) ہیں یہی پتہ چلتا ہے کہ کلیسیا کے دیگر فردیں

ہو تھے بمقدس لوگس رستوں میں خداوند مسیح کے حضور کے پانچ سو
 نو سو کا ذکر کرتا ہے۔ (۱۵: ۶) کہ تھیں ۱۵: ۶) وہ خداوند یسوع کے
 متعلق ایمان رکھتے تھے کہ وہ ان کا آقا و ملک ہے۔ تاہم انہوں نے خداوند
 یسوع کے شوق اپنے معتقدات کو کسی لفظی صورت یا عقیدہ کی صورت میں بیان
 نہیں کیا تھا۔ ان میں سے بعض لوگوں کے پاس نابالغ اس کی تعلیم کی مختصر تاریخ
 یا دورہ تھیں یا پورے کہیں نہ وہ جو اس تعلیم کے حصص کی سنہ زبانی تہات
 کر سکتے تھے۔ بعض لوگوں کو اس کے متعلق خاص خاص کہیوں کا علم تھا اور
 سب کے سب لوگوں کو اس کی خدمت کا نہ ور علم تھا۔ ان کا ایمان تھا کہ وہ
 مردوں میں سے جو اٹھا ہے وہ آسمان کی طرف صعود فرمایا ہے اور اس نے
 اپنے روح کو بھیجا ہے کہ ان کے ساتھ رہے اور اس طرح کے وسیلے سے وہ
 اپنے طور سے ان کے درمیان موجود ہے۔ وہ لوگ اس امر کے منتظر تھے کہ وہ فتح
 و نصرت کے ساتھ واپس لوٹے گا اور زمین پر اپنی بادشاہت کو قائم کرے گا۔
 ان کے عقائد کی مرکزی بات اور ان کی تبلیغ کا خاص انخاص موضوع بحیثیت
 قیامت مردگان پر تھا۔

دیگر بنیانی مذاہب :-

یہ باتیں مسیحیت کے سوا دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتیں کیسے سب
 میں یہ خیال پیش کیا ہے کہ ایک رستہ اپنی مہم سے واپس لوٹے گا تا کہ وہ
 پتہ لوگوں کی دوسرے حصہ وہ ہیں ضروریات۔ مہتمم ہوں گے کسی
 مذہب میں ہیں یا انہوں نے نظر نہ اسے ایک دیوتا مہم ہے اور پھر اپنی فصول
 کے ساتھ وہ وہ مذاہب جو رہتا ہے۔ ان مذاہب کے عقائدات اس نوعیت

اچھی طرح جانست گئے ہیں۔ ہر مہر سے بااں پر نہ اونہ صحت کی ناکہ کی دکان سے
لعد زری ہیں انہوں نے ان قدر کے معنی ہمارے عقل و فہم اور اہانت
لیکن اس حقائق کو تہہ بول نہ کر :

ابتدائی کلیسیا

کلیسیاں ابتدائی عمارتیں تھیں۔ مکہ و مدینہ کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی جگہ
دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے لئے یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک عمارت تھی جس میں
مستند مہر کی مرمت تھی۔ زندہ تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
سبب یہ ایک عمارت تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
روما اور ساتھ ہی ساتھ پانی پانی تھی۔ ملاحظہ ہو جو وہاں لکھا ہے :
مستند مہر کی مرمت تھی۔ زندہ تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
کے متعلق بات کہ علم ہے یہ کہ ہمارے مذکور سے کہ ان کلیسیاؤں کے
حالات قلمبر کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی دوسرا مستند مہر نہیں ملتا۔ اگر
کوئی ایسا مستند مہر ملتا تو ہمیں یہ علم تھا کہ وہاں کیا واقعہ تھا۔ یہاں
مستند مہر کی مرمت تھی۔ زندہ تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
جس میں عمارت تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
جنوبی مکہ کی کلیسیا کا مستند مہر تھا۔ اس کلیسیا نے کہا : یہاں
مستند مہر کی مرمت تھی۔ زندہ تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
کہ یہاں یہاں بھی تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
یہاں تھی۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے
و ایک مستند مہر تھا۔ ۶۵ مسطور تک یہی نہیں سال کے

کو بشارت دینے کا کام بڑے احسن طریق سے شروع کیا گیا تھا۔

گو اسی کا کام۔

خداوند یسوع مسیح کے لئے گو اسی دینے کا کام بھی شروع ہو چکا تھا۔
خداوند یسوع کے مرنے کے بعد اور مقدس انجیل نے بروشلہ میں اپنے یون
سکا بیان پیش کیا تھا (ماہنامہ ہوا سال ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۳ء) (۵۶: ۷۰) یعنی مقدس
پولس یسوع مسیح کے ۱۰ ماہ تک متعدد مقامات پر اپنی گواہی پیش کرتے تھے۔
داخلہ زمائیں اعمال ۱۲: ۱۰، ۱۷: ۱، ۲۰: ۳، ۲۱: ۳ وغیرہ نصیحتیں دے رہے تھے۔
نئے پولس کی تعلیم کا خدا سے ذیل کے الفاظ میں یقین کیا ہے :-

اور کسی شخص یسوع کی بابت حرم کرنا خدا اور پولس اس
کو زندہ تھا ہے (داخلہ ہوا سال ۱۵: ۲۵)

بعض اوقات گو اسی دیتے دیتے موت واقع ہو جاتی تھی۔ بعض وفات
انہیں تیار نہ ہونے کی بد آغواں پٹی تھی۔ تاہم بعض اوقات یہ دونوں باتیں نہیں تھیں
تھیں کبھی کبھی اہل یسوع مسیحوں کو ایمان دیتے تھے لیکن ان کے پاس ایمان و اعتبار
و اعتبار نہ تھا کہ زیادہ نقصان پہنچاتے۔ حکومت کے حکام سے بھی ایذا رسانی
مسلحہ میسوی سے قبل واقع نہ ہوا تھی۔

یسوع کی ایذا رسانی سے

اس سال ۱۹۰۷ء میں ایک زیر دست اہل گائے شہر شہر سے
کا نامی نوازین اس مذہب کے بڑے بڑے کٹر انتہا و گروں کی برائی کے خلاف
وہ مخدوم الحواس ہے سبھوں پر یہ نام خایاگی کہ انہوں نے یہ سنگ لگانی ہے۔

وہ پاتا تھا کہ کسی ایک شخص پر اس آگ کا الزام تھا پانچاٹھ ہزار مسیحی
لوگوں کی ایک گنہگار جماعت تھی۔ اس نے وہ اپنی فصاحت میں کر کے اپنے
آپ کو نہ بچا سکے۔ متعدد عیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں موت کے گھاٹ
اتار دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بعض عیوں کو انشتاء سے لے کر ایک ہفت
کے دوران میں زندہ جلایا گیا تاکہ وہ شعاب کی طرح جس کو باخ کو روشن کریں
معلوم ہوتا ہے کہ اس آگ سے بعد ہی مقدس پطرس اور مقدس پطرس کو بھی جلا
شہادت دیا گیا۔ اس واقعہ سے کلیسیا کے ابتدائی دور کا اختتام ہوتا ہے۔

مقدس مرس کی انجیل ۶۵ء

مقدس مرس پطرس تو بوم تہادت پر پکے تھے لیکن ان کا رفیق مرس ابھی تک
زندہ تھا اور مرس نے اس کا کام نہ انجام دیا جو اس سے قبل کسی نے اتنے مکمل طور
سے نہ کیا تھا۔ یہ کام بعد شروع نہایت بڑا۔ اس نے مقدس پطرس کی تعلیم
کو سبوتاغ کیا اور اسے تنہا شکل دی۔ یہیں یہ بات اب مصنف بنام
یوسیبس (EUSEBIUS) سے معلوم ہوتی ہے۔ اس شخص نے ۳۲۵ عیسوی
میں کلیسیا کی ایک تیسری کھلی تھی جس میں وہ اپنے سے قبل کے ایک مصنف مرس
(P. P. AD) کا اقتباس کرتا ہے جس نے ۱۲۵ء اور ۱۶۵ء کے درمیان سارل
میں اپنی کتاب لکھی تھی۔ یہاں اس رقمطراز ہے :-

”مرقس کی کتاب ہماری سب سے پہلی انجیل ہے۔ اس سے قبل مسیح کے
فرمانوں کا مجموعہ لکھا جا چکا ہے۔ متعدد لوگوں نے کسی نہ کسی نوعیت کے افادت
کو جو غلط فہمیوں سے بھرے تھے لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو لوقا ۱۱: ۱۱
اغلباً لوقا نے بذات خود جبکہ وہ مقدس پطرس کے ہمراہ قیصریہ میں

گئی تھی جس کے لئے مسیحی لوگ عرصہ دراز سے منتظر تھے۔

مقدس یوحنا کی انجیل ۱۰ تا ۱۷

جم صحیح طور سے یہ نہیں بتا سکتے کہ مقدس یوحنا کی انجیل کب درجہ دیں آئی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ انجیل مسیح سے قبل نہیں لکھی گئی تھی۔ بعض کا کہنا یہ خیال ہے کہ یہ مسیح کے عریں لکھی گئی تھی۔ حال ہی میں چند علماء نے کہا ہے کہ یہ تقریباً سن ۹۰ء میں لکھی گئی تھی۔ ہم یہ بھی صحیح طور سے نہیں بتا سکتے کہ یہ انجیل کس شخص نے لکھی تھی "یوحنا" وہ رسول ہو سکتا ہے جو انجیل کا بیٹا تھا یا یہ شخص اس کا شاگرد تھا یا ممکن ہے وہ کوئی اور شخص تھا۔ صاحب معروف کوئی بھی کیوں نہ ہو یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ وہ خلوص دل سے مصنف تھا اور اس کے اسناد قدامت کا احساس تھا۔ اُسے یہ بھی احساس تھا کہ اُسے خدا کی طرف سے بلا ہٹ ہے کہ وہ خدا کے انتخاب سے اُحد م کرے۔ اس نے اپنے زیادے و تشویشات کو تحریر کیا۔ یہی تشویشات دیگر زمانوں میں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ لوگ بوجھتے تھے۔ بخدا وہ مسیح ابھی تک کیوں نہیں آیا اور اس نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ مسیح، چکا ہے اور اب میں آؤں کہے صادق ہے۔ (یوحنا ۸: ۱۲-۱۳) لوگ شکایت کرتے تھے کہ تمہارے بتانا انصاف نہیں کیا کیونکہ دراز لوگ ابھی تک منتظر تھے میں امداد منتظر لوگ دکھ رہے ہیں۔ یوحنا نے اس شکایت کا جواب دیا کہ خداوند مسیح کی آمد کا مفہوم مدانت ہے مسیح نور تھا اور جنہوں نے اس نور کو قبول نہیں کیا ان پر خدا کا حکم ہو چکا کہ انہیں نظر ہو کر دیکھا جائے۔ (یوحنا ۱: ۱۵-۱۶) لوگ کہتے تھے یہ بات ناممکن ہے کہ خداوند مسیح جس میں

اور ہیئت تھی دکھ سے اور مر جائے۔ اگر خداوند یسوع ماقسمی نجات دہندہ اور
 ابن اللہ ہے جیسا کہ ان کا ایمان تھا تو پھر وہ ایک انسان نہیں ہو سکتا اسکی
 انسانیت ایک نقاب تھی۔ مقدس یوحنا نے اس قبل بیان کی بنا پر خداوند
 مسیح کی فطرت کے حوازیں جواب دیا تھا کہ وہ خدا اور انسان تھا۔ کلام
 مجسم ہوا: (یوحنا ۱: ۱۴) اس کی کتاب کے تمام اوراق میں چنداں غلط
 بار بار نظر آتے ہیں مثلاً نور، زندگی، محبت، عدالت، گواہی اور وہ اپنی کتاب
 کے اہم مرکزی حصہ کو ان باتوں کی بنا پر لکھا دی ہے جو اس پر بغیر دیکھے ایمان
 لانے میں ختم کرتا ہے۔ (یوحنا ۲۰: ۳۱) اس کے بعد ایک نتیجہ ہے جو
 اس نتیجہ سے ختم ہوتا ہے کہ مسیحوں کو یہ فکر نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اس خیالی
 کی تہ تک معلوم کریں کہ اس دنیا کا خاتمہ کب ہو گا۔ اس طریق سے مقدس یوحنا
 کلیسیا کو چشم دیدہ گواہان کے وعدے سے ان نراہوں کے دور تک لے دیتا ہے
 جنہوں نے مسیح کو اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں بلکہ روح کی آنکھوں سے
 دیکھا تھا۔

اب اسے بھائیو! میں تمہیں خوشخبری بتاؤں دیتا ہوں جو پہلے دے چکا
 ہوں جسے تمہارے قبول بھی کر لیا تھا اور جس پر قائم بھی ہو۔۔۔ چنانچہ میں نے
 سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتاب مقدس کے
 مطالباتی ہمارے گناہوں کے لئے مرنے والا اور دفن ہوا اور پھر سے دن کتاب مقدس
 کے مطالباتی جن اٹھا۔

(مقدس پولس بنقرول از ایک تیسریں ۱۵: ۳۱، ۳۲)۔ یہ خط تقریباً ۵۵ء
 میں لکھا گیا)

نوٹ ۱۔ یا تسلیم کیا گیا ہے کہ ابعد کے حصہ کی تمام تاریخاتیں جو ان کی ہیں۔

تیسرا باب

دوسری اور تیسری صدیاں

حکومت اور کلیسیا

رومی حکومت، اعلان سے کلیسیا کی محافظ ثابت ہوئی۔ وہ کلیسیا کو ایک منظم مجلس سے سرفراز کیا جس میں کلیسیا نے پہلے پہل اپنی تحریک کو شروع کیا۔ حالانکہ کسی ایسے نقشہ پر نگاہ ڈالیں جو رومی سلطنت کے حدود اور پکڑ پیش کرتا ہو تو ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ رومی سلطنت ایک بارغ کے مشابہ تھی جس میں چاروں اطراف پر ایک ماڑ تھی۔ اس میں کلیسیا نے طفولیت کی حالت میں جلتا ہوا سیٹھا تھا۔ سلطنت کے حد فاصل آہستہ آہستہ جبرالٹر (STRAIT OF GIBRALTER) سے شروع ہو کر بحر الکاہل کے ساحل کے ساتھ ساتھ جوقی ہوئی رمانیہ کے شمال تک پہنچ گئی تھی اور پھر مشرق کی سمت میں دریائے رائن (RHINE) اور دریائے ڈینیوب (DANUBE) کے کناروں کے ساتھ ساتھ مرنے لگی تھی۔ پھر جنوب کی سمت میں پہنچ گئی تھی اور یوں ایشیا کے رومیہ و رومیہ کو پی حدود میں شامل کر لیا تھا۔ پھر یہ حد آہستہ آہستہ جبرالٹر تک واپس آگئی تھی۔ تیس سال کے زائد عرصہ تک ہم نے دیکھا ہے کہ رومی حکومت اور کلیسیا کے درمیان ہمت کہ خبر بھی مدح و تحسین حکومت کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے

جنگی دہندوں نے اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور کھا گئے۔ یہ سمجھ کر اس نے
 موت عام طور پر مجھوں کو دی جاتی تھی اور عوام انڈس کی تعریفیں کئے گئے
 اُسے ایک کھیس کی طرح دکھا جا جاتا تھا۔ یہ دیوناؤں کی مدنیہ سادت کا
 بُرا تھا۔ بشپ انیشین نے اپنے دو ان سینا سات خطوط قلمبر کئے
 تھے۔ چار خطوط ان کھیسوں کو لکھے گئے تھے۔ چھوٹے اپنے ناموں
 کو لکھا تھا کہ وہ راستہ میں اُس سے ملاقات کریں۔ یہ خط کھیس روم
 کے نام پر تھا۔ درمیان سے لکھا گیا تھا کہ اُس کے پہلے سے قبل بدخط
 لکھ کر کھیسوں تک پہنچ جائے۔ ایک خط پوچھا کہ پھر کیا ہے شب کے ہم
 ہو تھا۔ جس کے پاس اپنے بھائی جھوڑ کر بومپ جانے سے پہلے با کھانا
 خطوط اب جو اسے ہاتھ میں ہیں اور اس موضوع پر کافی روشنی ڈالتے ہیں کہ
 اُس زمانے میں ایشیا کی کھیسوں کی کیا حالت تھی۔ ان خطوط سے ہمیں
 ہر حال میں بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ایشیا میں کھیسوں پر بشپ صاحبان
 حکومت کرتے تھے اور شہر کے لئے یہ بشپ مقرر تھا۔ ہمیں اس بات
 کا بھی علم حاصل ہوتا ہے کہ گنیشیتس خود شہروں کے اختیار و اقتدار کی تائید
 کرتا تھا تاہم چند ایسے لوگ بھی تھے جنہیں یہ بات ناگوار معلوم ہوتی تھی۔
 ہمیں یہ بات کا بھی علم حاصل ہوتا ہے کہ کس طرح گنیشیتس نے اپنی شہادت
 کی بعد کو اپنی زندگی کا سب سے غفیر نشان خوشی کا موقع منفقہ کیا۔ اب
 وہ کہتا ہے کہ میں نے شہر و فضا شروع کیا ہے۔ پوچھا کہ پھر بھی جو سمرنا
 میں گنیشیتس کا مہربان تھا عرصہ چالیس سال کے بعد (۵۷۱ء یا ۵۷۲ء)
 میں شہید کر دیا گیا۔ ان ایام میں وہ ایک سمر انسان تھا اور جب صوبہ دار
 نے اُس سے اس امر کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنے سفید بالوں کی تقسیم کرے۔

اور مسیح کا اٹھارہ کر کے اپنی زندگی کو موت سے پہلے تو اُس نے طلب میں
 کیا۔ وہ میں چھپا لٹھی سالوں تک مسیح کا خادم رہا ہوں تو پھر میں کس طرح اپنے
 شہنشاہ کی جس نے مجھے نجات دی ہے، اُسے ادبی کر سکتا ہوں؟ ان
 حالات میں وہ نغمہ اجل بنا۔

لائس کے شہداء ۱۱۷ء۔

شہداء لائس میں جو ملک فرانس کا ایک بڑا شہر ہے، ایسا
 سانی شروع ہوئی۔ بے شمار مسیحیوں کو اکٹھا کرتا رہا گیا۔ لیکن میں ایک ناکام
 لڑکی بنام بلانڈینا بھی تھی۔ ان میں دو شخصوں کے سربراہی تھے جنہوں نے جوئے کی
 وجہ سے قلم زد کئے گئے۔ دیگر کو کتاب کی طرح بھڑکایا، دست پناہ سے
 زچا کھسکا گیا یا انہیں جنگی زندہ لے لیا گئے۔ بلانڈینا نے سب سے زیادہ کھانی
 و جسمانی اذیت برداشت کی اور دو تین روز تک زندہ رہی اس عرصہ میں
 مجھ پرٹ نے مانتے مانتے کہ شمش کی اور زور دیا کہ وہ خداوند مسیح کا انکار
 کرے۔ اُس کا ایک بھائی جس کی عمر اسی سال کی تھی پہلے ہی روز
 پھل بیٹا۔ جب جب بھی اُس کے ایمان کے منفعی، مسلمان یا باپا تو وہ پھل
 دیتا تھا۔

وہیں ایک عین ہوں۔

کاتھولک کے شہداء ۱۱۷ء۔

چند سالوں سے بعد تقریباً ۱۱۷ء میں ایک اور تیرن و شیر کو جس

سیرین ۲۲۸-۲۵۸ء

سیرین ۲۲۸ء سے ۲۵۸ء تک کا بیج کا بٹپ تھا۔ پانچ سال کی سیرین اس کی زندگی میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی اور دو سال کے بعد کار بیج کے لوگوں نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ وہ کار بیج کے بٹپ کی وفات کے بعد بٹپ کے عہد پر مقرر ہو۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک جابر نسل ایڈمان کی آگ بھڑک اٹھی۔ بھسیا کے لئے یہ بات ضروری تھی کہ وہ اپنے بٹپ کو نہ کھو۔ بیٹھے اندر اپنے چہرے کے بغیر تن تنہا رہتا ہے۔ اس خیال کے پیش نظر سیرین نے روپوش ہو گیا لیکن وہ خط و کتابت کے ذیلے تمام حالات سے باخبر رہتا رہا۔ دو سال کے عرصہ کے بعد ایڈمان کی ختم ہو گئی اور وہ واپس کار بیج کو لوٹ آیا۔ کچھ سال شہر میں پابگ کی وبا پھیل گئی اور کار بیج کے متہدد اور اپنے پیاروں کی امداد کے لئے مدد پر دیا لیکن وہ خود دین سے نکل نہ سکا اور دور دور مقامات میں چلے گئے۔ سیرین نے مسیحیوں کو اکٹھا کیا اور انہیں شہر کے تمام حصوں میں بکھیرا کہ وہ بیماروں کی دیکھ بھال کریں اور مریدوں کو وزن کریں۔ یہ عیسویں کے اس فیاضانہ عرصہ میں سے اہل شہر پر بنے وہ اثر تھے اور اس غلط خیال کی تردید ہوئی کہ وہ بددعا، غذا اور باقی ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دوبارہ ایڈمانی شروع ہو گئی۔ اس دفعہ سیرین نے روپوش ہونے سے انکار کر دیا۔ وہ خواست میں لے لیا گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔ ایک جہنم خیز اس کی مزار سے مرمت کو دیکھ رہا تھا۔ اس میں مسیحیوں کی بھی شامل تھیں جو کمال احترام سے یہ دروازہ نظر دیکھ رہے تھے۔ دیگر دوس کے دلوں

ہیں جس سپر تن کے لئے سخت و احترام کے جذبات تھے۔
 ہم مقدس سپر تن کے خیالات سے، بھی طرح آستان میں کیونکہ مقرر
 دیگر شبہ صاحبان اور علما کو مراسلات بھیجتا تھا اور ہمارے پاس اس کے
 اور باقی بشپوں کے مراسلات موجود ہیں۔ عام طور پر سپر تن کے مرسلات
 جو ہوپ کے نام پر لکھے گئے تھے بطور اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ یہ
 ثابت کیا جاتا ہے کہ ان ایام میں دیگر کلیسیاؤں۔ کلیسیا رومن کو گائی ماس
 انصاف و اقتدار نہیں دے۔ کھانچا کلیسیا روم سب سے بڑی کلیسیاؤں میں
 سے ایک کلیسیا منصوبہ کی جاتی تھی کیونکہ یہ سلطنت کے دار الحکومت کی کلیسیا تھی
 اور مقدس پطرس اس کلیسیا کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ مگر ہے اس کے
 انھوں نے اس کا شک بنیاد رکھا گیا جو یہ کلیسیا ارباب عقل و دانش کی قوت و
 اقتدار اور معیبت زدہ لوگوں کی مدد کی سرکاری کے سبب مشہور و معروف تھی۔

سکندریہ کے لوگ۔

دوسری اور تیسری صدی میں ساری کلیسیا لشپوں کے ماتحت منظم کی
 گئی تھی۔ ہر ایک بشپ کا اپنا اپنا کلیسیائی حلقہ (DIOCESE) تھا اور ایک شہر
 یا اس سے زیادہ شہروں اور ان شہروں کے گرد گرد کے دیہاتوں پر مشتمل تھا۔
 ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس کلیسیا میں سب سے زیادہ نامور و نامور لوگ پائے
 جاتے تھے۔ سب نہیں تھے۔ ان میں سے عین آدمی خاص طور سے مذہبی تھے
 سے ایک۔ تھے۔ وہ سکندریہ میں مقیم تھے اور اسی وجہ سے انہیں سکندریہ یا
 سکندریہ کے۔ سکندریہ کے کہلاتے تھے۔ ان میں سے چھ کاناں پانٹنوس (PANTENUS)
 تھا۔ سکندریہ میں۔ اول سکندریہ کی موت کے بعد سکندریہ کے سکندریہ میں آیا تھا۔

ان باتوں میں لفظ "ہندوستان" کا استعمال غیر واضح طور سے کیا جاتا تھا ہمیں
جانتا کہ وہ مذکورہ ملک کے کون سے حصے میں گیا تھا۔ لیکن یہ کہ وہ مالابار کے
ساحل پر آیا ہو یا عمان بنے کہ وہ جزیرہ عربستان کے کشت میں گیا ہو اس
سفر سے واپس کرکے اس سفر میں کو قلبہ کیا تھا جس کے چند حصے
بھی تک اقتباسات لکھتے ہیں دیگر کتابیں موجود ہیں۔ اس نے اس
کے بعد ساری باتیں ایک سی درسی نیا دہائی مئی اور اس کے بعد اس کا
جانشین سکندر یکم دو سواغیرہ سال بعد بننا جس کا نام مہینہ
(CLEMENT) تھا۔ کلیمنٹ کی کتابوں کا مہینہ تھا۔ اس نے یہ تعلیم دی کہ
جس طرح بن بود کے باپین خدا نے انبیاء کی وصایا سے، خداوند مسیح
مسیح کے لئے ایک راہ تیار کیا، اس طرح خدا نے اپنی جہان کے باپین
کے ویسے خداوند مسیح میں کے لئے راہ کیا ہے مختلف ضامین پر مسیح
عظیم وہی ہے جسے موجودہ دور میں (MODERN) کے نام سے جانتے
ہیں مثلاً تعلیم انساں کے موضوع پر امریکی عظیم وغیرہ۔ اس مدرسے کا تیسرا
مہینہ اقرار نامہ اور جین (J. RIGEN) تھا جس کا عظیم ترین کارنامہ تیسری
سوں کے ابتدائی سالوں کا ہے۔ مقدس کے متعلق کا تحفظ ہے یعنی وہ
میں عربی زبان میں لکھا گیا ہے۔ کتاب مقدس کی کتابیں ہیں بل ضابطہ تحریر
میں آج ہیں۔

کتاب مقدس کا متن :-

جب کتاب مقدس کی کتابوں کے نسخے تیار کئے جاتے تھے تو ان کا اور
مقبول ہو کر کا وقت ہونا لازمی تھا کہ یہ ضروری امر تھا کہ مختلف نسخوں کا

موازنہ کیا جائے وہ ان کی تصحیح ہو۔ دنیا کو کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کے اصل
الفاظ کی حفاظت اتنی سخت کے ساتھ کی گئی ہو جتنی یہ کتاب میں کی گئی ہے۔
یہ کلام خاص طور پر اربابِ بچہ کے ہفتوں کے لئے ہے جس نے مختلف کیسیاؤں کو شب
کے نسخوں کو جمع کیا، ان کا موازنہ کیا اور اس کلام کو تفسیر و ترمیم سے
دہا کہ یہ ہمیشہ قیمت کلام بعد سے جو ان کے تفسیر کے بنیادوں پر تیار کیا گیا ہے۔
یہ بات - کہ یہ تفسیر بھی بہ قدرِ شہرت ہوئی ہے۔ اور یہ کہ یہ سہل ہو
وہیں نے سمجھا ہے۔

تیسری عہد کا اختتام۔

اُس پر کلیسیا کی اس سلطنت و ملامت کی دُور دور کی اندر دُور بار بار تکرار و تفسیر
کامیاب نہ بنی، تاہم اس پر کماؤد و فساد ایسا ہوا کہ اس کے مٹ نہ سکا۔ اس کے
پیشرو کلیسیا، شمار اور علم و عرفان اور کسی زندگی کے تجربات میں مرقہ کو تپانیا
گئی دیکھ کر۔ اس نے دنیاوی کی توفیریت سے دواں میں پیدا ہوئی اور پھر
نہم و تفت و اس کو ایسا دُشمن سمجھتا تھا۔ پھر یہاں کلیسیا سلطنت کی حدود
سے باہر نہ پھیل سکی۔ نہ ریشہ پیا دیا جسے وہ اور قدرت کی دادیں
میں اور سرحد تاننا یہ پیش کیا۔ تاکہ ہم نے اس سے قبل ذکر باب کلیسیا
کا جائزہ لیا۔ اس کے بارے میں یہ بھی لیا جاتا ہے۔ آج کل سنہ۔ سنہ کہا جاتا ہے۔
دو نماؤں کو دیکھ کر کسی بنایا جا رہا ہے، اور یہ دیکھ کر کسی نہیں ہوتے۔

۱۹۔ بیچنے والے طریقہ کا قول۔

۱۰۰ ایک متلاصقیت: بلکہ کی محبت کہ تم خدا کو پہنچاؤ۔

حائب کے کلیمٹ کا قیام ۱۹۰۰ء

اجزاء میں ربط و اتحاد نہ پیدا کیا گیا تو اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ سلطنت کی سالمیت کے لئے جو خطوط نظر آ رہے تھے ان وحشی اقوام کی اکر تھی جو یورپ کے شمال میں رہتی تھیں اور ڈینیوب (THE RHINE AND DANEUB) سے بہتے تھے وہ جنگی اور مضطرب لوگ تھے اور متوازن ایک خطہ سے دو سرے خطہ میں مائت مارے پھرتے تھے۔ ان کا دہاؤ مغرب اور جنوب کی طرف میں تھا۔ سلطنت کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ رومی فوج تھیں جو انہیں جتھے دیکھنے لگا کرتی رہتی تھیں۔ لیکن یہ جنگی اقوام اپنے جاٹ اندر خبر معافوں سے تھی کہ سلطنت روم کے روم اور نہ چیز مائیک میں دانش ہو گئی تھیں۔

مغرب روم کی افواج کی حالت، جو طویل سرحدوں کی حفاظت کی گئی تھیں، اب پتہ و طرفت نہ رہی تھی۔ روما کی ابتدائی فتوحات ان سپاہیوں کی بہت دانتھار، کچھ پہل تھا جن کو بہت سخت اور سادگی سے رومی جمہوریت کی جنگی زبان بولی تھی۔ اب فوج ان دیویل پرستوں تھی جو سلطنت کے تمام حصوں کے باشندے تھے۔ ان میں سے چند سپاہی سلطنت کے ہر دروازے پر کھڑے کھڑے بھی تھے۔ ان لوگوں کی وفاداری زیادہ تر رومی فوج سے وابستہ تھی۔ ان کی وفاداری عوام کے نام سے نہ تھی۔ وہ خود دیکھ رہے تھے کہ رومی فوج ہی سلطنت کی سب سے بڑی قوت تھی اور عام طور پر وہ اپنے نواب کا رہنے والی انتخاب کے طالب اقتدار شاہی پر منتخب کرتے تھے۔

اب ملک کے داخلہ میں بھی وہ عدم باتیں نہ رہی تھیں۔ روم سے سادگی کی زندگی کا فوری پھیل تھی۔ رومی عوام سست و سستی میں جکے تھے۔ سادہ و سادہ پن سے گھر کا کام اور کھیتی باڑی کے کام کا راج نہیں کرنے تھے۔ کسانوں نے کام نظاموں کے سپرد کر دیا تھا۔ ملک میں کثیر تعداد غلام بائے جاتے تھے۔ یہ

فلا علم لہذا پہاڑیوں کے چوہا پتے آقاؤں کو نصرت کی بجائے
 دیکھتے تھے۔ ان کی خوشی اس بات میں تھی کہ وہ ان کی تباہی اپنی فطرت سے
 دیکھیں۔ رُوند لوگ جو دوشہراں میں رہتے تھے اور اس بات کے ہمتی تھے کہ
 انہیں خردک اور دل بدل دیکھا سنان سنت پہنچایا جائے۔ وہ اپنے مہمان زمرگی
 پیش رو مشرت کے سامان اور دوشہراں میں صرف کیا کرتے تھے۔ ان کا مشر
 گھوڑوں میں وہ سب طرح کے تاشوں سے داں ہداتے تھے شاہ و وٹریں پیشہ
 تین دن لوگوں کے مقابلے جنگلی بنوروں کی نمائش جو دور دورہ کرکے لے
 جانے تھے۔ یہیں یا تو اس میں لڑایا جاتا تھا۔ یا انہیں غلاموں اور بچروں کو
 لے کر دیکھا۔ ان کے لیے اسماعیل میں لایا جاتا تھا۔ ان بچروں میں سے لوگ بھی
 جوتے تھے جنہیں منراشے موت دی جاتی تھی۔ یہ قتلے برلے مار دیتے تھے ان کی
 تعلیم و تکریم کے لئے کہ جاتے تھے اور قدیم مذہب کا حصہ تھے۔ یہ قیدی
 رُوند مذہب کا حصہ ہستی سے مل رہے تھے۔ ان شخص بھی درحقیقت مسوق
 آسمان تھا یا نہ اس کے دہڑے پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اس ان دیناؤں کے
 شاعرانہ نام سے روئے تھے۔ ان کی پرستش کسب ایک۔ یہی جبر تھی بہت
 سے یہ قدیم مذہب کی بجائے مسیحی دین کی حلیف تھی کہ رہے تھے اور
 انہیں ان مذہب میں اطمینان درہم حافی قوت مہر آبی تھی۔ ان مذہب کی
 بنیاد ایک حقیقت یعنی مضر تھا یا آرزو پرستی تھی یا ایک انسان کے لئے کیا تھا
 کہ وہ ان مذہب کے چشموں سے اپنی شخص زمرگی کو بغیر اب کیا لیکن زند مذہب ایک
 حکومت کی عوامی زندگی یا اہل دنیا کو مدد نہیں دے سکتے تھے یہی مذہب وہ تھی

مذہب گھوڑیڑھتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر اپنے دین مقابل کھادی کا موت کو بھلا کہتے

عوام انسان کی زندگی سے کھائی کی حیثیت حکومت سے کسی قسم کا سمجھنا نہیں
سکتی تھی۔ شاہی حکام اپنے اپنے عہدوں کی بنا پر کافروں کی رسوم میں شرکت
کر کے پرہیزگار تھے اور اسی چیز نے عام طور پر مسیحیوں کے لئے یہ بات ناممکن
کر دی تھی کہ وہ حکومت وقت کے عہدوں کو قبول کریں۔ چنانچہ انہوں نے
حکومت کو امداد دینے سے شرمیلا جیکہ ان کی امداد حکومت کے لئے
بے حد سود مند ثابت ہو سکتی تھی۔

ان سب باتوں پر غور و خوض کرتے کرتے شہنشاہ ڈیو کلیشن کی تشویش
مستقل نظر آتی ہے۔

ڈیو کلیشن ایذا رسانی مسئلہ

شہنشاہ نے مسئلہ میں مصمم ارادہ کیا کہ وہ اس کام کا بیڑا اٹھائے گا
جس کو دیگر رومی شہنشاہ نے کر کے نیز وہ جبرائیلوں کو رومی اطاعت پر
جبوتہ کرنے لگاؤں۔ نے فرما دیا کہ سلطنت روم کے ہر حصہ میں ایک وقت
نیز بھائی شروع کر دیں۔ اس ایذا رسانی کا رخ تقریباً ۱۰۰ سال بعد
میں نامعلوم طور پر مشرق کے خلیفہ تھا۔ رومیوں کو سپرد آگ کیا گیا اور کتاب
مقدس کے نسخوں کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ اذیت کا درد گیارہ سال تک
جاری رہا لیکن یہ اپنا مدت درد برداشت کر سکی۔ کلیسیا کا وجود مٹایا نہ جاسکا کیونکہ
کلیسیا بہت مضبوط تھی۔ مجسٹریٹ اس قابل نہ رہے تھے کہ اس کام کو اتمام
تک پہنچا سکتے اور عوام کے جذبات بھی بدل چکے تھے۔ صرف ایک شخص کو اس
بات کی تعظیم دہلی کر ایذا رسانی کو بند کرنا لازمی امر ہے۔ وہ بھانپ گیا کہ یہ قسم

اٹھانا کیوں ضروری ہے۔ اس شخص کا نام قانسطنطائن تھا جو بالآخر ڈائرکشن
کا جانن بن گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ چونکہ کلیسیا مت مضبوط ہے یہی بہتر ہو گا کہ
حکومت اُسے اپنا درست بنالے حکومت کو نئی زندگی یا اس خون گرم کی ضرورت
ہے جو کلیسیا کی رگوں میں متحرک ہے اور اس سے کلیسیا کا جام حیات لبریز
ہے۔ یہ حقیقت قانسطنطائن کو اس چیز کی ضرورت تھی۔ اس نے محسوس کیا
کہ اُسے جسے خود سبھی پرنا چاہیے۔

قانسطنطائن کی مذہبی تبدیلی ۳۱۲ء

جب ڈائرکشن مارتیرو گیا تو اُس نے اپنا تخت چھوڑ دیا۔ اس نے بہت
سے مسافر ملے۔ ایک جگہ چھوڑ کر اس جنگ و جدل سے قانسطنطائن
بھرا اور اُس نے ایک خرم و شگفتہ کیفیت اختیار کی۔ فیصلہ کیا اور ایک
مسیحی کی حیثیت سے ہاتھ دھو کر عالم پرنا۔ (LSEBIUS)
جس کا نام پھر نے دوسرے باب میں سناتھا ہمیں بتاتے ہیں کہ اسے شب بیدار
فیصلہ کن پہلے سے قبل ۳۱۲ء میں، شہنشاہ قانسطنطائن نے خواب میں
آسمان پر ایب کو دیکھا اور اُسے ایک اور آواز دے رہی تھی کہ
وہ اس نشان پر تیار ہو کر شہنشاہ کے دربار میں آئے۔

چونکہ اُس نے اپنے دشمنوں کو فتح کیا اور سلطنت میں اُس کے پیروکار
کافران بن گئے۔ اس فرمان کے مطابق اسے سب دلوں کو
جائز دی گئی کہ وہ جس مذہب کو چاہیں اُسے قبول کر سکیں۔

قانسطنطائن روما کا پہلا مسیحی بادشاہ تھا۔ اُس سے ایک نیا شہر بنایا
اور اس شہر کو روما کی بجائے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اس شہر کا نام قانسطنطائن تھا۔

تیسرے درجہ زبان میں قبول کئے گئے یہ پاپا سفرس (POPPHARS) نے
 اس کے ساتھ کہ وہ چھ سالوں تک پاپا اور ایشیا کے خطوں میں ایک موبیل
 اسٹیج کو ایک مسیحی شہر کا افتتاح کیا۔ اس وقت سے جب تک کہ اس نے
 کوئی تگ و نہ و اس شہر کو بہت پرستی سے بالکل پاک و صاف و سب سے
 اس سلطنت کی آمد کی اور بدعتی نہ ہو کہ وہ نہ تھا اس کا کوئی کوئی
 سے بڑیوں پر بھی نشان یونانی الفاظ XP منقش تھا۔ اس پر ہم ان دنوں
 میں (CHR) لکھتے ہیں اور یہ نشان بننا مسیح کے اسم مبارک کا نشان ہے
 کی زندگی کی بدیلی کے چند سالوں کے بعد تو سلطان نے ایک قانون
 بنایا جس کے مطابق ان لوگوں کے لئے عیسائی کا رہنے کا رہنما اور اسے
 مذہب عام سے کارٹ بکس یا عیسائی عبادتوں میں سرگرم ہو سکتے تھے۔ مسیحوں کے
 اس دن کو سترہ عبادت کا دن مقرر کیا۔ اب یہ دن عوام سے آرام کا دن بن
 گیا ہے۔

چنانچہ اس طرح ایشیا اور سلطنت کی شکست ان کی سرور اور پاپ میں ختم
 ہوئی۔ اس حیران کن نتیجے نے عیسائیوں کے قلوب میں ایک زبردست اطمینان پیدا
 کر دیا۔ اب وہ ایذا رسانی کے متواتر خوف سے آزاد ہو گئے تھے اور وہ مجموعی
 طور پر آزادی کے ساتھ ایسے ملی قدام اٹھا سکتے تھے جو اس سے قبل
 ناممکنات میں سے تھے۔ اس آزادی کا کام بہت جلد عظیم کونسلوں
 (THE GREAT COUNCILS) میں تشکیل بر کر منظر عام پر آ گیا۔ اس کا
 تذکرہ ہم اگلے باب میں کریں گے۔

سلطنت کی مذہبی تبدیلی :-

مذکورہ بالا سہولت تو قابل اطمینان تھے لیکن دیگر امور نے وہ پذیر نہیں

تھے سلطنت روم کی تباہی جیسے کہ کہا گیا ہے، محض سطحی چیز تھی۔ قانسطنطنیہ
 نے مسیحی مسلمان کو ائمہ ایک وسیلہ تصور کیا تھا جس سے وہ عوام الناس
 کی بہتری و بہبود کا طالب تھا۔ اگرچہ وہ ایک ایسا ذرا نفس قاتانہم اُس نے
 اپنے پسند کو زندگی کے آخری ایام تک طغویٰ کر دیا تھا۔ مگر یہ وہ حقیقت
 اپنی حکمرانی سے طویل عرصہ میں ایک شریک کلیسیا نہ بنا۔

سب اُس نے اپنے بہبود پر بننا پسند کیا، اسے سب ایک لکھو یا تو وہ سب بات
 کو ذرا پیش کر گیا کہ بننا ائمہ کی باریک بینی اس جگہ کی نہیں (ما خطہ ہو جو حاکم
 ۱۸: ۴۶) قانسطنطنیہ کی سب پر بدلی نے سبیت کو معاذ نے کانفیش بنا دیا۔
 بہت سے لوگ اگے بڑھ کر کلیسیا کے شرک کا بتائے یعنی وہی لوگ جو چند
 سال قبل کلیسیا کو اذیت دینے پر کمر بستہ تھے، یکنے نہ کہ یہی لوگ، اب بھی قانسطنطنیہ
 کے اشارے سے کلیسیا کو دوبارہ اذیت دینے پر آمادہ ہو جاتے۔

اگر قانسطنطنیہ بذات خود ایک کامل مسیحی بن کر اہمیت پاتا تو اپنی
 سیاسی برتری ایک مسیحی کے حکومت کرنا اور اسے ایک مسیحی حکومت میں
 تشکیک کرنے کی سعی نہ کرتا تو اس معاملہ میں کلیسیا کی فتح زیادہ بھڑکی نہ ہوتی بلکہ
 زیادہ محسوس ہوتی۔ جب قانسطنطنیہ نے بننا ائمہ کا روح افزا اسم مبارک
 اپنے پرچم پر لکھوایا تو اگرچہ اُس نے اس بات کو محسوس نہیں کیا تھا کہ وہ کیا
 کر رہا تھا تاہم اُس نے حقیقت اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ رومی سلطنت
 کو ان لوگوں کا خادم بننا ہے جن پر وہ حکومت کرنے کی ہمتی ہے نیز اسے اس
 مسد میں اپنی زندگی بہتوں کے لئے فدیہ میں دینا چاہیے (ملاحظہ ہو مرقس
 ۱۰: ۴۵) جدید اقوام بھی بعینہ یہی اقدام لیتی ہیں جب وہ صلیب کے نشان
 کو اپنے پرچم پر بناتی ہیں۔ اس کی اس غلطی کا لازم شہنشاہ سے زیادہ اثرات

کی کلیسیا کے قائدین پر لگنا چاہیئے جنہوں نے اس سے مذکورہ تعلیم دینے سے کوتاہی برتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی تہذیب کی تعمیر ایک دیوار کی طرح ہوئی جس میں ایک شکاف ہو۔ یہ شکاف ایک سے زائد دفعہ خدا کا ثابت ہونا اور موجودہ وقت میں یہ شکاف سا۔ ہی دیوار کو گرنے کا اندیشہ پیدا کر رہا ہے۔ چوتھی صدی ہی میں بہت سے لوگ مسلمان نہ تھے مگر انہوں نے محسوس کیا کہ کلیسیا نے اپنے نمایاں حسن و جمال کو کھو دیا ہے، کیونکہ اب وہ شہادت کے نورانی تاج کو کھو چکی تھی۔

ایرانی ایزد ارسانی، چوتھی اور پانچویں صدیاں۔

شہادت کا وہ نورانی تاج اب مشرقی کلیسیا کے خزانہ آلودہ سر پر رکھا گیا تھا۔ حکومت ایران ستواثر سلطنت روم کی مخالفت رہی تھی، جب تک مسیحی لوگ مغرب کی سرزمین میں اذیت کا شکار بنے رہے وہ مشرق میں کسی قدر محفوظ تھے۔ لیکن جوں ہی وہ قسطنطنیہ میں منظور نظر ہوئے ان کی حیثیت ایران میں دشمن کی حیثیت بن گئی۔ ایران میں پہلی اذیت کی آٹھ سو ۳۹ء میں بھڑک اٹھی وہ چالیس سال تک چلتی رہی۔ اس کے بعد اگلی صدی میں اذیت کے ان شعلوں نے دوبارہ مسیحوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ماہد کی اذیتوں سے مسیحی لوگ رومی اذیتوں کے مقابلہ میں زیادہ تعداد میں مارے گئے۔ روایت ہے کہ ایک موقع پر کرکوک (KURUK) کے شہر میں سولہ ہزار ایمانداروں نے بیک وقت حمام شہادت پیا۔ ایرانی لوگ ظلم و تشدد میں مغرب المثل تھے۔ وہ ظلم و تشدد نے بہت ناک طریقوں کو معلوم کرنے میں چابکدستی سے کام لیتے تھے۔ لیکن اس جوڑے ستم کے باوجود بہت سے مسیحوں نے اپنی تکلیفات اور ستم کا مقابلہ غازیانہ

ہمت و استقلال سے کیا۔

مارتیا ۳۴۵ء

یہ کہا جاتا ہے کہ ایک ایرانی سوداگر بنام مارتیا اذیت رسانی سے بچ کر
مالابار ساحل پر وارد ہو گیا (تقریباً ۳۴۵ء) یہاں جلسے پناہ پا کر وہ ایران
واپس گیا اور آٹھ سو تماندانوں کو جمع کیا جو اس کے ساتھ چلے آئے اور ہندوستان
میں مقیم ہو گئے۔ اُن کے قیام سے مالابار کی کلیسیا بہت مضبوط ہو گئی۔ یہ لوگ سترین
مسیحیوں کے آباو اجداد ہیں۔ اگرچہ یہ بات روایت پر مبنی ہے اور اس کا
کوئی تاریخی ثبوت نہیں تاہم اس کا اثر آج کے دن تک مالابار کی کلیسیا پر
بہت پڑا ہے۔

”خونِ شہداء ٹٹھم کلیسیا ہے“ (قولِ طرطلین)

پانچواں باب

کونسلیں، اگستین اور جیروم

ایسی کسی فرمانروا ہونے کی حیثیت سے قانسطنطائن کا پہلا قدم یہ تھا کہ
اُس نے کل کلیسیا کو بیکام نامہ جمع ہونے کی دعوت دی یہ ایک چھوٹا سا شہر

تھا جو مسیحیہ سے بہت دور تھا لیکن یہ تمام اس خطہ کے ایشیائی حصہ میں تھا۔ یہ بات ایک عہدہ میں معلوم موقوف ہے کہ شہنشاہ کا تاخیر پتہ نہ ہوا تھا لیکن اس کو اختیار حاصل تھا کہ ایک کونسل کا انعقاد کرے اور اس کونسل میں نہ صرف ان بشیپ صاحبان کو مدعو کرے جو رومی صحنہ میں مقیم تھے بلکہ ان بشیپوں کو بھی بلائے جو سلطنت کی حدود سے باہر بستے تھے۔ تاہم وہ سب کے سب آنے کے لئے تیار تھے اور یہ بات بے حد ضروری تھی کہ وہ مذکورہ کونسل میں شریعت کے لئے آئے۔

بمطابق اہمیت جو سوال کونسل کے سامنے پیش کیا جانے والا تھا مسیحی عقیدہ کے متعلق تھا۔ اس سے قبل اس مسئلے پر بہت سے موالات پیدا ہو چکے تھے جو بنیاد پر طلب تھے۔ جب کون خیر معریلی واقعہ پیش آتا ہے تو عدم قدر آتا اس کو محققہ طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ ایسے واقعہ کو سمجھنے کے لئے عام طور پر ایک ایسی ضرورت ہوتی ہے اس سے قبل کہ اس حقیقت کو نقلی جامہ پہنایا جاتا، ابن اللہ کا مسئلہ جسم نسل فساد کی تاریخ میں سب سے اہم مسئلہ تھا۔ عوام اس مسئلے کے متعلق تب ہی اپنے خیالات کو بیان کر سکتے تھے اگر وہ ذاتی تجربے سے اس بھید سے ماوراء ہوتے۔

بدعات -۱

عہد جدید کے ادواق میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ جب اولین نورانیوں کو پتہ (اصطبار) دیا گیا تو وہ خداوند امیج کو اپنا مالک (LORD) سمجھ کر میں لاتے تھے یا دیگر الفاظ میں انہیں "میسج" کے نام پر "دعا" دیا جاتا تھا۔ (ممال ۱۲: ۱۳۸-۱۴۰) پتہ دیا گیا تھا۔ انوں نے دیکھتے ہی کہ لفظ شمال

کیا تھا اور نہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ تثلیث جیسے بہ میان لائے تھے۔ اصل
 یہ الفاظ ان حقائق کو جن پر کلیسیا ابتدا ہی سے ایمان رکھتی تھی ادا کرنے کی غرض
 سے استعمال کئے گئے تھے۔ اگرچہ کلیسیا محمدی طور سے متواتر یہی ایمان رکھتی تھی،
 تاہم کلیسیا میں متعدد لوگ تھے جنہوں نے ایمان کے ایک بڑیا، دوسرے جبرکو
 تمام رکھا تھا اور وہ اُس خیال میں تھے کہ وہ سالم ہیں۔ ایمان پر ایمان رکھتے
 ہیں۔ اس قسم کے اعتقاد کو بد مذہب کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے پینڈا یا انتخاب برما۔
 بعض لوگوں کو یا اعتقاد تھا کہ خداوند مسیح شخص ایک احسان تھے اور
 ان میں وہ ہیئت نہیں تھی یہ دعویٰ، مادہ پر مشروح ہی سے یہ بتایا تھا کہ ان
 ہیئت وہ نہیں جو اُس کے گہرے و مقبول ہے۔ ایمان رکھتی۔ یہ نظریہ ان
 واقعات کی رہنمائی کرتے ہیں کہ مسیح اور بے جوفی واقعہ ظہور پر یہ بہت ہے۔
 ڈو سیٹس (DOGESIS) اور اس کے بعد تہذیب (GNOSTICS)
 لوگ سمجھتے تھے کہ وہ ایک حقیقی انسان تھا۔ ان کی انسانی فطرت کفر ایک فرقہ
 نظر بھی۔ بد جائزے ہیں کہ اس فرقہ کے لوگوں کو یہ جواب پوچھا گیا تھا کہ
 یہاں کیا ہے۔

تہذیبوں (GNOSTICS) کی دو قسمیں ہیں۔ ان سب کا خیال تھا
 کہ مادہ شر گنہگار ہے اور یہ خیال ناممکنات میں سے ہے کہ خدا مادہ سے
 مس ہوا تھا۔ لہذا ان کا ایمان تھا کہ وہ ذات جس نے کائنات و مادیات کو
 کائنات و خدا نہیں تھی۔ بلکہ وہ خدا سے ذاتی طبع کی قوت تھی۔ (مادیات کو
 اُسے (DEMIURGA) یہ خالق کے نام سے مسموم کرتے تھے۔ جن حیران
 ہوا کا وہ تھا جس کا بیان عہد یقین میں مذکور ہے۔ ان لوگوں کی تسلیم یہ تھی کہ
 فرشتگان کا ایک سلسلہ ہے یا یوں ہیں کہ خدا اور نیچے عالم کے مابین مظہر ہیں۔

اور ان باتوں میں سب سے پہلا اور اہم طبقہ یا دھڑ رہا مسیحیت۔ ہر
حضرت ازبان (GEM, NUM) کے تسلط سے۔ لیکن وہاں اور اس سے پہلے
مختلف تہذیبوں کی روایات کے غرض سے ایجادات یا باتیں، فہمات، مفسر
روحانی لوگ ہی حاصل کر سکتے تھے کثیر التعداد لوگوں کے لئے فہمات پناہ
محار تھا۔

جسم سب سے پہلے غنہ سلطی (GNOSTIC) کا۔ یہ غنہ سلطی پر
موسل کے خطوط میں جو لکھی آ، اور غنہ سلطی کے نام پر لکھے گئے ہیں بات میں۔
غنہ سلطیت (GNOSTICISM) کہیں بھی پورے طور سے نہیں ملتی بلکہ
زمانہ عمارتیں اس کے اثرات تھیں سونی (THEOSOPHY) اور دیگر زمرہ
تفویضات میں پائے جاتے ہیں۔ یہ سب برعات کسی نہ کسی طریق سے یہ جان
کرتی ہیں کہ رہتا مسیح کون تھا اور وہ کس طرح انسان اور خدا تھا۔ مونتانیست
(MONTANISTS) اس خیال کے برعکس تھے کہ مسیح کی بشریت میں کچھ
پہلے تھے۔ شروع شروع میں ان لوگوں کا ایک چھوٹا سا گروہ تھا جو فلسطین
(PHRYGIA) کے پھاڑوں میں پناہ جاتا تھا۔ اس گروہ کی ابتدا دسویں
صدی کے وسط سے ہوئی۔ یہ لوگ بشارتوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ناپسند کرتے
تھے اور وقت کے فنا ہونے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان کا یہ دھڑ ان وقت
کہ کلیسیا سے جدا بہت جلد گناہوں کی معاف کر دیتا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ
اصطلاح کی رسم کے بعد کبھی بھی مسیحین یا مملک (MORTAL) گناہ سے باز نہیں
کئے جاتے چاہئیں۔ ان کے خیال کے مطابق نکاح، ایکسا، ناقبت، مذہب، رغبت
ہے اور نکاح ثانی ایک گناہ ہے۔ اس فرقے میں نبوت کثرت، الیٰ علیہم تھیں
جن کی اہمیت کی وجہ سے یہ فرقہ قابل ذکر ہے۔ کیا جاتا ہے بہتر (PERPETUAL)

شہید مذکورہ بالا محد قتل ہوا تھا۔ طرطین جس نے پر پتیرا کے خطوط کو جو کلیسیا کے نام پر لکھے گئے تھے مکمل کیا تھا، اس نے کاسیچ سربراہ آرمینیا تھا۔
پس ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ناسیچ کی کونسل (COUNCIL OF NIACA)
سے قبل ابتدائی کلیسیا میں : تہی مذہبی جماعتیں تھیں جو کسی نہ کسی خاص اصول کی
پابند تھیں۔ بہت سے مسیحی اُستادوں نے اپنی خیالات کی منادی کی اور کتابیں لکھیں
اور ان کی وساطت سے مسیحی عقیدے کا راز سرسبز تہذیب تک پہنچا دیا لیکن بہت
سے لوگوں نے اس کام کو جاری رکھا جیسا کہ شروع سے کرتے ہوئے آئے تھے۔
وہ ان متنازعہ اور جواہروں نے کلیسیا، کتاب مقدس اور اپنی ذاتی تجربات سے
سنا سنے تھے۔ مگر زندگی میں ظاہر کرتے رہے چشمہ پر گواہان حقائق
کو جو ان کی نظروں کے سامنے آئے تھے تاریخی شہادتیں جہوڑ گئے تھے نیز ہر ایک
پشت بائی باری اس حقیقت سے مانوس ہوئی کہ بنا المسیح در حقیقت انہیں گناہ
سے شفاعت دینے والا ہے اور اس نے خدا کو ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ اس
عقیدے کو قطعی طور سے واضح کرتے بغیر اس پر عامل تھے۔

تہذیب کی کونسل :-

چوتھی صدی میں سکندریہ میں ایک مبشر تھا جس کا نام ایرلیس (ARIUS)
تھا۔ وہ یہ تعلیم دیتا تھا کہ خدا نے مسیح کو ابتدائے آفرینش سے قبل تخلیق کیا تھا
مگر وہ موجودات کو تخلیق کرے۔ لہذا اگرچہ مسیح ایک مخلوق مستحب اور خدا
نہیں، اس نے اپنے واجب ہے کہ خدا کے نام سے سو مہر ہو اور خدا کی مانند
کہلایا جائے۔ ایرلیس ایک فکیل وکیل اور بین ہسٹن شخص تھا اور وہ نہایت

ہاضمہ اور نیک سیرت زندگی بسر کرتا تھا۔ عوام اُس کے شیعہ الی تھے اور بہت سے لوگ اُس کی تعلیم کی پیروی کرتے تھے۔ لیکن بعض لوگوں نے اُس کو مذکورہ مذہب سے الگ کر دیا۔ ۳۲۵ء میں قسطنطین نے ناسیہ کی کونسل کا اہتمام کیا تاکہ اس کے فیصلہ کیا جائے کہ مسیحیت کا عقیدہ کونسا ہے۔ کلیسیا کے تمام حصے سے ۱۸۰ بشپوں نے اس میں شرکت کی۔ مسیحیت کے مغربی حصے کے مقابلہ میں مشرقی حصے کے اہل مذاہب مشرقی حصے اور مشرقی ممالک سے تھے۔ تاہم ایک مغربی بشپ نے جو کہ روم کا ایک ستیہ تھا، شیعہ تھا، یہاں پاپا نے اس کی صدارت کی کیونکہ وہ مذکورہ مذہب کا دشمن تھا۔ اس مقدمہ بشپ کی بیعت کے بعد نیا مسیحیت صاحبان ناسیہ کے شیعہ رہے۔ یہی جمع ہوئے اور قسطنطین نے اس جلسے کا اہتمام کیا۔ قسطنطین نے مشیہین کو ایک مشیہیت دیا، وہ اپنے پرانے عقیدے کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیا کہ مسیحیت کے عقیدے کے خلاف وہ جاننا کہ ان عقیدوں میں شکوک و شبہات ہیں۔ یہ ہر ایک مسیحی کو یہ عقیدے کے خلاف متفقہ کاموں تک پہنچا دیا تاکہ اس نے ان عقیدوں کو برا نہ سمجھا اور کونسل کو بتایا کہ اس نے اس عقیدہ کو منظور نہیں کیا۔ وہ بھی انہیں بھولے گا۔ بعد ازاں اس نے ان عقیدوں کو پس پھینک دیا۔ بشپوں کو حکم دیا کہ اس کی تعمیل کرنا چاہیے اور یہ عقیدہ نہ لیں۔

ناسیہ کا عقیدہ۔

یہ کونسل تیس روز تک جاری رہی۔ اریس (ARIUS) نے اپنے نظریے کی توثیق کی۔ اریس نے وہ عقیدہ بشپوں نے اپنے کانوں کو بند کر دیا اور سب نے

باوانہ مند بچا بچا کر کہا کہ ایسی تعلیم کلیسیا کی تسلیم نہیں تھی۔ لیکن جب انہوں نے اپنے
 مسئلہ کے الفاظ کا جامہ پہنانے کی سعی کی تو انہیں یہ کام مشکل نظر آیا۔ وہ اس بات
 پر رضامند نہ تھے کہ ایسے الفاظ کو استعمال کریں جو عہد جدید کے اوراق میں موجود
 نہ ہوں۔ وہ کسی بھی اصطلاح پر متفق نہ ہو سکے۔ ایڑیس کے لئے یہ ممکن
 نہ تھا کہ وہ ان بشمول کو اس خیال کی طرف آمادہ کرنا کہ اس کی یہ اصطلاح کہ
 مسیح باپ کے ساتھ شائبہ فطرت رکھتا تھا۔ ان کے خیال کی کسی قدر ترجمانی کرتی
 ہے۔ لیکن اس مجلس میں ایک سلجوا بچہ، شخص بزم اٹھائیس (ATHANASIUS)
 نے جو بدلتا جو کہ اب ڈیمن تھا۔ وہ سکندریہ کے نسب کے ہمراہ آیا تھا۔ اس
 نے غمزہ کیا کہ اصطلاح کلیسیا کے مسئلہ کے متعلق غلط بات کر رہے تھے۔ وہ
 اس نے کونسل کو یہ تجویز پیش کی کہ وہ دو یہ جدید میں جدید اصطلاحات کو سننا
 کرنے سے خائف نہ ہوں اور محض عہد جدید کے الفاظ ہی سے نہ چپے رہیں
 بلکہ وہ اپنے زمانے کی زبان کو سچائی کے انظار سے لئے استعمال میں لائیں۔ چنانچہ
 آخر کار کونسل نے گہری غور و خوض اور شدت کی دواؤں کے بعد مسیحی بیان
 کا ایک میان مرتب کیا یعنی ایک کریڈ (CREED) تیار کی۔ انہوں نے کہا کہ
 اس کا اور باپ کا ایک ہی جو ہر ہے۔ جہاں تک کریڈ کا تعلق ہے یہ کریڈ
 جہنم دی ہے جو ہم اب استعمال کرتے ہیں۔ لہذا اس کے الفاظ کی ترتیب یا بندش
 میں کچھ اسذات نہیں رہ گئے کی بجائے کہ ہمارے اور ان کے مابین جو ہر ہے
 ہوا۔ اس کریڈ میں مروج تھا کہ وہ نیچے آئے اور جہنم میں نہ گئے۔ یہ اس بیان
 سے ختم ہوتی تھی۔ کہ ہم یہاں رکھتے ہیں۔ . . . روح القدس ہے۔ لیکن بعد
 کونسل میں کریڈ میں سے چند اصطلاحات تبدیل کر دی گئیں تھیں۔ مثلاً یہ
 کو تبدیل نہیں کیا گیا تھا۔ لہذا اب تک ہم اسے ناسٹک کی کریڈ کے نام سے

پکارتے ہیں۔

کلیسیا میں ایک ورکرڈ بھی مستعمل ہے جسے رٹوں کا عقیدہ کہتے ہیں۔
تقدوس نفی تفاوت کے ساتھ یہ ورکرڈ ایک کلیسیا میں نوکو زبان تھی پتہ
پانے والے اسیدوار اسے دہراتے تھے جیسے کہ سبکل بھی رواج ہے۔
اتھاناس کا عقیدہ بہت بعد میں ضبط تحریر میں آیا تھا۔ یہ عقیدہ اتھاناس کے
نام سے کرایا کیونکہ اُس نے ایک جید عالم ہونے کی حیثیت سے اس بحث میں جہد
لیا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک بھی جنرل کونسل میں پاس نہ ہوا۔

دیگر کونسلیں۔

مذکورہ بالا جھگڑا ناسیہ کی کونسل میں طے نہ ہو سکا۔ ابرین برگوں نے اپنی
اور مانی ۳۵۹ء میں انہوں نے تصفیہ کیا۔ اٹالیہ میں ایک اور کونسل بمقام
ریمینی (RIMINI) منعقد ہوئی۔ اس کا نفرنس میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک
ہی چہرہ کے الفاظ پر زور دیں۔ لیکن ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی کونسل نے اس
فیصلے کو الٹا دیا اور اس امر کا اعلان کیا کہ ناسیہ کا عقیدہ کلیسیا کا درست
عقیدہ مستقر کیا جائے گا۔ کونسل نے ترتیب الفاظ اور عرضی دعویٰ میں چند
تبدیلیاں کیں اور "میں ایمان رکھتا ہوں روح القدس پر..." کے الفاظ کے
ساتھ باب ... سے صاف ہے "کے الفاظ پڑھا دئے۔

اس سے اگلی صدی میں یعنی پانچویں صدی میں افسس میں دو کونسلیں منعقد
ہوئیں جن کے لئے ایک علیحدہ باب کی ضرورت ہے۔ ناسیہ کی کونسل قسطنطنیہ
کی کونسل اور افسس کی پہلی کونسل پہلی تین کونسلیں تسیم کی جاتی ہیں چوتھی کونسل

۱۹۵۱ء میں بمقام چالسیدون (CHA. CEDON) منعقد ہوئی تاکہ اُن تمام مل طلب مسائل کو جو مذکورہ بالا کو تسلیم سے رہ گئے تھے حل کرے۔ بعد ازاں ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں دو اور جنرل کونسلیں بمقام قسطنطنیہ منعقد ہوئیں۔ ان میں کوئی قابل ذکر معاملہ طے نہیں ہوا اس کے بعد کونسلوں کا دور ختم ہو گیا۔ نہ نئے ایسا رنگ بدلا کہ حسب کچھ دیگر ہم ہمدیا اور ان حالات میں کانفرنسوں کا انعقاد ایک ناممکن امر تھا۔ اس کے بعد ایک کانفرنس بھی منعقد نہیں ہوئی۔ ان کونسلوں نے کھیسبا کے لئے ایک عظیم الشان کام نہ انجام دیا اور یوں یہیں الفاظ کی بے نتیجہ ترتیبیں حاصل ہوئیں جن میں سچائی کا انوار کیا جاتا تھا۔ لیکن مدح و تحفہ انتہائی کم اور سچائی کی باقیات کو کم حقہ طور پر ادا نہیں کرتے۔

پیشہ کا آگستین ۳۵۴-۳۶۰ء

اس وقت میں بہت سے لوگ اور عیسائی فقہاء سنیاں پالی جاتی تھیں۔ ان میں سے دو جیتے نام الگ تھک نظر آتے ہیں۔ ایک کا اسم گرامی آگستین تھا جو پشور کا بپ تھا۔ یہ جگہ کار تھیو کے قریب وجوہ میں واقع ہے۔ اس نے اپنی کتاب حیات ایک کتاب کے مثنوی میں لکھ دیا ہے جس کا نام "اعترافات" ہے اس کتاب کا دوسرے سخن نسائیوں کی طرف نہیں بلکہ خدا کی طرف ہے۔ اس کے ناموں کا بیان اس کے افکار، اس کی تبدیلی زندگی کے معاملات کو ایسا صاف و صریح الفاظ میں ادا کیا گیا ہے کہ ہم اسے بہت تکلف و درست سمجھنے لگ جانے ہیں۔ اس کی ایک اور تصنیف کا نام "سٹی آف گاڈ" (THE CITY OF GOD) ہے۔ اس کتاب کو لکھنے سے مستف کا یہ فضا تھا کہ وہ عوام کے خیالات کو دیا

کے نالی شہر سے۔ جو ان ایام میں تہا سی کے گڑھے میں گر رہا تھا، منتقل کر کے غیر فانی آسمانی شہر یعنی کلیسیا پر جہاں سے جو کبھی بھی قطعی طور سے برہان نہیں ہوتا۔ اُس نے ایک کتاب مشرک تئلیٹ پر لکھی ہے جس میں ایک دلکش واقعہ ہے وہ کہتا ہے کہ ایک روز وہ سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا اور وہ تئلیٹ جیل کے مضامین پر غور کیا تھا۔ اس دوران میں اُس کی نگاہ ایک چھوٹے لڑکے پر پڑی جس نے ریت میں ایک گڑھا کھود رکھا تھا اور اس میں سمندر کا پانی ڈال رہا تھا۔ اگستین نے اُس لڑکے سے پوچھا کہ وہ کیا بنا رہا ہے لڑکے نے جواب دیا کہ وہ سمندر کو گڑھے میں بند کر رہا ہے۔ اگستین نے مسکراتے ہوئے کہہ دیا کہ اُس سے کہا: "تم کبھی بھی اس تنگ سو راخ میں سمندر کو نہیں لے سکتے!"

بچے نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ میں سمندر کو اس سو راخ میں بھر کر دکھا دوں گا جب آپ تئلیٹ کے بھید کو اپنے ذہن میں لے آئیں گے!"

جیروم ۳۲۵-۳۹۰ء

اس دور کی دوسری عظیم الشان ہستی جیروم ہے۔ وہ کچھ عرصہ تک روما میں مقیم رہا جہاں اُس نے عزم کی بدولت اور لا پوزی کے خلاف جدوجہد کی۔ جارج بلسکی۔ اسپر چند، نقانے خاص طور پر روما کی چند شریف گھرانوں کی علی نواز بیویوں نے اس کا ساتھ دیا۔ بعد ازاں وہ مغربی فلسطین کی طرف روانہ ہوا اور بیت لحم میں سکونت اختیار کی۔ یہاں اُس نے ایک دلکش کی طرح زندگی بسر کرتا رہا۔ اس نے یونانی اور عبرانی زبانوں کی دسترس حاصل کی اور ان زبانوں سے کتاب مقدس کا اوطینی میں ترجمہ کیا۔ ان دنوں اوطینی زبان اطالیہ کے لوگوں

کی ساری زبان تھی اور سلسلہ کے سربراہ حضرت کے لوگ اسے بھی طرح پرانتہ
تھے۔ چیر و بر سے روم جلتے تھا میں سے دو صوفیہ فراتیں۔ اور ایک نیک
نصیحت کی۔ انہوں نے اس کی نسبت گار کے قریب جب نہ تھا نہ کڑی
میں قوت نہ رہیں کہ قبا۔ معاہدہ ہوا کہ اہتمام کی تھی۔ اور اس نے
نہ ہونا اور بہتری زبانوں کا بھروسہ نہ کیا اور اس کے لفظوں کی ثابت
نہاد میں ہونے کی چیزیں نہ تھیں۔ (VILGATE)۔
پروٹو (VULGER) سی۔ تاری۔ اہل زبان نہ لکھا گیا۔ بہت بڑا جیب بھی نک
روم میں ہوتا۔ لکھنیا میں مرقع ہے۔

ایسا دار و ستار کے کلام سے اعلیٰ زبان پڑے یہ جیب کھانسی لائی بھی م
فرما ہے کہ جادو در سب افام کو سکھ ڈ اور انہیں باپ۔ شہزاد اور روح القدس
نہ نام سے پکارتے۔ لیکن ہم پہلے جتنی اہل لغویں کی تعلیم کی طرف غافل ہوئے
خداوند قانون افام کے متکلم ہوتے ہیں اسباق زبان قبول نہ ہوسکتا پرچہ شست
کو سزم رستے ہیں وہاں زبانوں سے تعلق نہ رہا اسقاط تھکتے ہیں اعلیٰ سی ایسی
باتیں تشریح کرتے ہیں جو ہم پر واجب نہیں ہیں بلکہ ہمیں واحد ان کے وسیع
باپ کی عبادت۔ بیٹے کی تعلیم اور پاک روح کی چھ ویدی لازم ہے۔ ہم دوجہ
عادت سے بڑھ کر اپنی کمزور انسانی زبان کی دسترس سے کہیں زیادہ
اپنی قوت کو بانی سے کام لیتے ہیں۔ ہم اپنے دشمنوں کے بد طریق کار کے
باعث بد طریق کار پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ لہذا یہ چیز جو
خاموش مذہبی مراقبہ یا دھین کا موضوع بنتی جا رہی تھی غالب الفاظ میں ادا ہو گئے
کے باعث حضرت میں پڑ گئی ہے۔ "رہیتی آف پئے کی رز چوتھی صدی"

چھٹا باب

انس کی دو کونسلیں

ہم نے انس کی دو کونسلوں کا جدا جدا مطالعہ کرنے کی غرض سے اس موضوع کو چھوڑ دیا تھا کیونکہ :-

اول :- ان کا ناسیہ کے عقیدہ کے واقعات سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔

دوم :- ان سے کلیسیا میں پہلی عظیم فرقہ بندی یا بے قاعدگی شروع ہوئی۔ ہم اس انس نامک واقعات کے اثرات اب تک محسوس کر رہے ہیں یہ بدعات نہ پہلی تعلیم پر اختلاف رائے رکھنے کے باعث پیدا ہوئے تھے۔ زمانہ حال میں جب ہم ان واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہیں معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کی اس بے قاعدگی کا موجب زیادہ تر اختلاف رائے ہی نہ تھا بلکہ اس نے جھگڑنے والوں کی کڑواہٹ اور بے انصافی تھی۔ اگر ہر ایک شخص جس کا اس معاملہ سے تعلق تھا مقدس پولس کی تعلیم پر عمل کرتا کہ ہم "محبت کے ساتھ سچائی پر قائم رہ کر اور اس کے ساتھ جو سربے یعنی مسیح کے ساتھ پیوستہ ہو کر ہر طرح سے بڑھتے جاتیں" (افیسوں باب ۴) تو یہیں بالآخر معلوم ہو جاتا کہ ہم تب ہی سکھائی کہ بیان کر سکتے ہیں جب ہم واقعی محبت سے کلام کرتے ہیں۔ غصہ اور

کروا ہٹ بہترین استدلال کا مستیاناس کر دیتے ہیں اور یہیں غلط کاری میں چکیل دیتے ہیں۔ حالانکہ ہم اپنے دلائل میں حق بجانب ہوتے ہیں جب ہم انہیں جس باتوں کی بحث میں داخل کرتے ہیں تو یہ خاص طور پر غلط ثابت ہوتی ہیں جس کی ان دونوں کے واقعات میں ہمیں یہ زہریلے خاصہ صاف صاف نظر آئیں گے۔

انطاکیہ اور اسکندریہ

پانچویں صدی میں دو شہر مسیحی مسوومات کے بڑے مراکز تھے یعنی مصر میں اسکندریہ اور سیریا میں انطاکیہ ان دونوں علمی مراکز میں ایک ہی ایسی عقیدے کی تعلیم دی جاتی تھی تاہم فرق یہ تھا کہ عقیدے کے مختلف نظریات پر زور دیا جاتا تھا۔ ان دونوں شہروں کے ملکا اس بات پر زور دیتے تھے کہ ہماری خداوند الہی اور انسانی دونوں صفات کا مالک تھا۔ اسکندریہ کے ملکا اس کی الہی فطرت پر زیادہ زور دیتے تھے لیکن انطاکیہ کے ملکا اس کی انسانی فطرت پر دیتے تھے۔

فلسفہ کی پہلی کونسل ۴۳۱ء

۳۳۱ء میں قسطنطنیہ کا مسطور میں (NESTORIUS) جو پٹری آرچی کے لقب سے مقب تھا انطاکیہ سے قسطنطنیہ آیا۔ وہ یہ تعلیم دیتا تھا کہ درحقیقت ہمارے خداوند کی ذات مبارک کی دو فطرتیں متحد نہیں تھیں اور خداوند نے اپنی الہی فطرت کو خدا باپ سے جدا میں پایا تھا اور اپنی انسانی فطرت

[illegible]

اور اس نصیبہ کو کال رکھا گیا جس کے مطابق نسطوریوں کو عزم قرار دیا گیا تھا اور کہے
 ستافی حد سے زیادہ بگایا تھا۔ اس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو
 لوٹ گئے لیکن اس محل سے بے حد جذباتی کرڈو ہٹ پیدا ہوئی۔ ۳۳۳ء میں
 سیریا، انطاکیہ کے شہر کے مابین انیسر فو اتحاد کا اہتمام کیا گیا۔ اب اس نظر
 سے کہ یہ تھی چھادوں تھی ہے۔ ۳۳۳ء میں قسطنطنیہ کا پیشی منت دوبارہ خالی
 ہو گیا۔ اور نسطوریوں کے دوستوں کو یہ خوشی پیدا ہوئی کہ وہ واپس آجائے۔
 لیکن یہ بویہ سوال نہ کی گئی اور کسی دوسرے شخص سے یہ سوائی نہ کر دی گئی۔
 نسطوریوں کو ان کا یہ سنے نہ کر ایک جہ سے دوسری جگہ بھیج دیا گیا جہاں
 اس کے دوسروں کا پہنچنا محال تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۳۳ء میں نسطوریوں
 اپنی رہائش گاہوں، انیتوں اور بدستوں کی وجہ سے نقصان اٹھایا۔ ۳۳۳ء
 میں سیریا میں جو سارے معاملے کا امتاز محل تھا فوت ہو گیا۔

۳۳۹ء کی دوسری کونسل

پانچ سال کے بعد ۳۳۹ء میں ایک شخص بنام یوتیکس (EUTYCHES) نے
 جو اسکندریہ کے ایک راجہ خانہ کا صدر تھا، مسیح کی دو فطرتوں کے مسئلہ کے
 خلاف (جیسے اب نسطوریوں نے کہا جاتا تھا) تعلیم دینی شروع کر دی۔ اس نے
 یہ تعلیم دینی شروع کی کہ ہمارے خداوند کی انسانی فطرت اس کی الہی فطرت
 میں مخدوم ہو گئی تھی جس طرح سر کے کا ایک تلو سمند میں گھس جاتا ہے۔ لہذا
 خداوند کی الہی، انسانی فطرت "تمام مخلوقات سے جدا تھی" اس مسئلہ کو
 کارڈی مزم لگایا ہے۔ یہ لفظ دو یونانی الفاظ کا مرکب ہے جس کا مطلب "واحد"

اور "فطرت" سہجہ اسقف اعظم نیپیرین نے اس تعلیم کی تصدیق نہ کی لیکن
یونیکس کے دوست بارنوخ رگیا تھے انہوں نے اس کا ساتھ دیا چنانچہ بقا
انسٹس ایک دوسری کونسل کا اہتمام کیا گیا تاکہ مسئلہ زیر بحث کی سماعت و حقیقت
کی جائے۔

اسکندریہ کا اسقف جو سیرل (CYRIL) کا جانشین بنا تھا کونسل مذکورہ
میں آیا۔ وہ اونیکیس کا ہم خیال تھا کیونکہ اونیکیس نسطوری رگڑوں کے خلاف
تھا۔ اس نے برعکس اسقف اعظم فیروین اونیکیس کے خلاف تھا اور اس
کی مخالفت کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ نسطوری رگڑوں کے خلاف تھا بلکہ اس کا
یہ اعتقاد تھا کہ "الہی، نسائی فطرت" کا نصرت فطری طور سے غلط ہے۔ اس حلق
پر پوپ نے ہر اقلوں اس کونسل میں شرکت نہ سکائی نہ یہ ایسا موقع تھا جبکہ وہ
کی وحشی اقلوں کی طرف سے حملوں اور مصیبتوں کا ایک بڑا بھاری خطرہ نظر آ رہا
تھا۔ پوپ یونے ایک طریق مکتوب کونسل کے نام روانہ کیا جس سے اس
نے مسئلہ زیر بحث پر اپنا بیان دیا اور فیروین کی حمایت کی۔ اس مکتوب کو "ٹوم
آف لیو" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

انسٹس کی دوسری کونسل کلیسیائی انتشار و پرگندگی کا ایک بونک نظر آ رہا
تھی بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ یہ کلیسیائی انتشار سے بھی بدتر حالت کا ذوق تھا۔
اس کونسل میں اسکندریہ کا بشپ اپنے ہمراہ راہبوں کا ایک گروہ لایا تھا
جو وحشی رگڑوں کی طرح سرکش اور غیر متہذبن تھے۔ وہ بلا میل و تہمت اپنے
بشپ کے فرمان کی تعمیل کرنے کے عادی تھے۔ اس موقع پر حفتر من کے لئے

↓ PATRIARCH FLAVIAN. ↗ MONOPHYSITISM

↘ THE POPE LEO.

↗ THE TOME OF LEO.

شہنشاہ روم نے چند سپاہیوں کو بھیج رکھا تھا اور انہوں نے بھی اسکندریہ کے بپشپ کے حکم کی تعمیل کی۔ بپشپ مذکورہ نے ان سپاہیوں کو اس غرض سے بلایا تھا کہ کونسل کو ڈرایا دھمکایا جائے۔ اُس نے مطالبہ کیا کہ اہل کے صوبہ بپشپ ایک دستاویز پر اپنے اپنے دستخط ثبت کریں اور اس دستاویز کی باہر پریشکس کو بے جرم قرار دیا جائے اور فیوین کو مجرم ٹھہرایا جائے لیکن اس پر وگرام کا یہ نتیجہ نکلا کہ کونسل میں بلورہ ہو گیا۔ فیوین بپشپ سے کو اتنی بے رحمی سے مایا پیشا گیا کہ وہ بعد ازاں جان بحق ہو گیا۔ دیگر شیعوں نے کونسل سے فوری ہٹنے کی کوشش کی بلکہ انہوں نے بچوں کے پیچھے چھپنے کی سعی بھی کی لیکن انہیں کھینچ لیج کر باہر نکالا گیا اور ان کی خوب زد و کوب کی گئی اور مذکورہ دستاویز پر ان سے بالجو دستخط حاصل کئے گئے۔ پوپ کا پیغامبر جو اس کا مقرب ہے کونسل میں آیا تھا جب واپس لوٹا تو اس نے پوپ کو کونسل کے تمام حالات و کیفیات سے مطلع کیا۔ پوپ نے پوپ کو اس خبر سے شدید صدمہ پہنچا اور اس نے کہا کہ یہ کونسل کسی طرح بھی ایک بدست کونسل قرار نہیں دی جاسکتی۔ اس کونسل کا ایک ہی نام ہو سکتا ہے یعنی رڈاکوؤں کی کونسل۔ اس دن سے اس کونسل کو رڈاکوؤں کی کونسل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

چالسیدون کی کونسل ۴۵۱ء

اس واقعہ کے بعد ہی شہنشاہ قیصر و سیس کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کی ہمیشہ تخت نشین ہوئی۔ ۴۵۱ء میں اُس نے کونسل آف چالسیدون کا اہتمام کیا۔ اس کونسل نے اپنی تمام غلطیوں کو اٹا دیا اور

دوبارہ کیتھولک تقسیم کا اعلان کیا۔ ہمارا خداوند ایک کامل خدا اور کامل انسان
ہے اور ان دونوں فطرتوں میں سے ایک میں دوسری میں نہیں ہوتا۔

نسطوریہ اور مونوفیزائٹ فہمہ

منفرد کلیسیا کی یہی رسم اس پروردگار کے ہے جو نسطوریہ فہمہ میں
میں کی تھی وہ سلطنت کی کلیسیاوں کے ساتھ ساتھ رہا۔ ان کے معاملہ میں ہر ایک سے
سے الگ الگ ہو رہی تھی۔ مصر یا مونوفیزائٹ طبقہ نسطورین پروریہ سے
یہ فہمہ اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کی غرض کے بعد نسطوریہ و مونوفیزائٹ لوگوں
نے سلطنت کی کلیسیاوں کے ساتھ۔۔۔ جن میں اپنی شرکت کو قطع کر دیا
شہنشاہ روم نے مختلف پارٹیوں میں ۱۰۰ سال بعد کرنے کا ارادہ کیا جس میں وہ
نما کی سیاب بنوا۔ نسطوریہ اور مونوفیزائٹ لوگوں کے باہمی جھگڑوں نے سرکاری
کلیسیاؤں میں انفرقیت پیدا کر دی۔ یہ دونوں گروہ شاہنشاہ یا شہنشاہ کے
ادب و بول کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ مشرقی لوگوں نے غلط فہمی کا
سلطنت کی کلیسیاؤں پر چسپاں کر رکھا تھا۔ یہوکرہ عوام کے خیال کے مطابق
مصر کی کلیسیا کے ساتھ ہی نہ تھے بلکہ وہ شہنشاہ روم کے حامی و مددگار بھی
تھے۔

خداوند کی پک مرقی ہے کہ تمام بنی نوع انسان نجات
پاتیں تو یہ بات معقول ہے کہ ہم سب کے لئے دعا کریں۔۔۔ آپ غیر
یہودی لوگوں کے لئے دعا مانگنے سے حائف نہیں کیونکہ خدا خود اس بات کا
مستحق ہے۔ لہذا آپ دوسروں کے خلاف دعا مانگنے سے حائف ہوں۔

کیونکہ وہ ایسی بات پسند نہیں کرتا۔ اگر آپ بت پرستوں کے لئے دُعا مانگتے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ آپ بدعتی لوگوں کے لئے بھی دُعا مانگیں کیونکہ ہمیں تمام بنی نوع انسان کے لئے دُعا مانگنا لازمی ہے نیز ہمیں اذیت نہیں دینی چاہیے۔ (رکارڈ اسٹیم ۳۴-۳۰۶)

قسطنطین کا استغفار اعظم۔

ساتواں باب

مغرب میں مسیحیت کی ترویج و اشاعت

نوائے رومن سلطنت۔

ایسے وقت میں ہر کوئی شخص مسیحی کلیسیا پر باہر سے نظر ڈالتا تو وہ نابالغ مسیحیت پر پہنچتا کہ کلیسیا نہ صرف دو حصوں پر منقسم رہا ہے بلکہ بالکل فاسد ہو رہا ہے۔ کیونکہ کلیسیا کے یہاں ردِ مہذب اقوام کیست و اورد ہو رہی ہیں جب پاپا لئو (POPE LEO) نے ۱۹۰۹ء میں اپنا مقرب (TONE) انٹرنس کی کونسل کو بلایا تھا اس وقت سلطنت کی قدرندیاں ہر سمت میں فساد کے نکل رہی تھیں اور قسطنطنیہ اقوام ایک سیلاب کی طرح محدود سلطنت میں

داخل ہو رہی تھیں۔ سالہ میں روم ایک دفعہ گاتھوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ گاتھ لوگ وحشی تو ضرور تھے لیکن بہت پرست نہیں تھے۔ ان کو ایک مشنری بنام انڈاس (ULFILA) کی معرفت انجیل جیل کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ چوتھی صدی عیسوی میں گاتھ لوگ اس سرزمین میں جہاں اب جرمنی رومس ہے بستے تھے۔ انڈاس کا خاندان ان کے مابین قیدیوں کی حیثیت سے مقیم تھا۔ اُسے گاتھ لوگ بہت پہلے سلطنت کی حدود سے اُٹھارے گئے تھے۔ اس کا نام گاتھک تھا جس کا مفہوم ”ننھا بیٹھ یا“ ہے۔ وہ ایک مسکون بچہ کی حیثیت سے ان لوگوں کے ساتھ شیر و شکر تھا۔ جب وہ عالم شباب پر پہنچا تو انہوں نے اُسے عمدہ سفارت دے کر قسطنطنیہ کو روانہ کیا۔ وہ چند سال وہیں مقیم رہا۔ اُسے پہلے پریسٹ بنایا گیا اور سالہ میں وہ ایک بشپ بنا۔ اس کے بعد وہ واپس گوتھوں کے پاس چلا گیا۔ انڈاس نے اپنی زندگی ان لوگوں کے ہاں صرف کی اور انہیں تعلیم دی۔ وہ ایک ایمین تھا اس لئے اُس کے اثر و سحر سے گاتھ لوگ بھی اتریں ہو گئے۔ پانچویں صدی میں ہن لوگوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا اور وہ اٹالیہ میں آ گئے۔ انہوں نے ملک پر حملہ کیا اور روم پر اپنا قبضہ جمایا۔ انہوں نے روم کے مسیحیوں کو اپنی مانند پایا، اگرچہ وہ ادنیٰ درجہ کے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان کی جان بخشی کی اور ان کے گرجوں کو نہ جلا دیا۔ روم کے لوگ اپنی اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ گئے۔ اس حقیقت نے کہ روم پر نوال آنا ممکن ہے سلطنت روم کی بنیادوں کو ہلا دیا۔

ہن ۴۵۲ء

ہن ۴۵۲ء میں یعنی پانچ سو دن کی کونسل کے ایک سال کے بعد یاہ
 نطریک دشمن ظاہر ہوئے۔ یہ ہن لوگوں کا شکر تھا جس نے گاتھوں کو
 سرزمین روم سے بھگا دیا تھا اور اب اطالیہ میں نمودار ہوئے تھے۔ جو
 کچھ ان کی راہ میں نظر آیا اُسے انہوں نے سپہ آتش کیا اور ٹوٹ کھسٹ
 کر کے اور ملک کو برباد کر کے چلے گئے۔ ان کے بادشاہ کانہد اٹیلہ (۴۷۱-۴۷۶)
 تھا۔ جب وہ روم سے قریب پہنچا تو پوپ یونان نے شہریوں کا ایک جبر میں تیار
 کر کے شہر سے باہر آیا اور اٹیلہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نقدی کی شکل میں
 ایک معقول تحفہ لیکر روم سے روانہ ہو جائے۔

۴۵۵ء (THE VANDALAS. 455)

اٹیلہ واپس چھا کی لیکن تین سال کے بعد یعنی ۴۵۵ء میں وندالا چلا
 آیا اور روم سے لوٹنے پر رضامند نہ ہوا بلکہ شہر کو قبضہ میں لے کر ٹوٹ
 کھسٹ کا بازار گرم کر دیا۔ اس وقت کایسیا ہی واحد طوطہ پر مصیبت
 زدہ لوگوں کی معاون و مددگار تھی۔ شہنشاہ تروہل سے بیت رومر قسطنطینہ
 میں اپنی ذاتی مشکلات میں پھنسا ہوا تھا اور عوام کو امداد دینے سے معذور تھا۔
 اس وقت حقیقت سلطنت منقسم ہو چکی تھی اور سلطنت نے دو بادشاہتیں
 یک مشرق کے لئے قسطنطینہ میں مقیم تھیں اور دوسرا مغرب کے لئے اٹلیہ
 میں مقام دیونا۔ جتا تھا۔ اس مغربی بادشاہ کی بہت کم وقعت
 تھی۔ ۴۵۵ء میں مورخ الذکر بادشاہ اپنے تخت و تاج سے دست بردار

گیا۔ پچاس سال کے عرصہ تک یعنی ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۲ء تک ماسوائے دو
کے کوئی بھی شخص نہ تھا جو عوام الناس کی مدد کرتا۔

ہم نے کتاب ذیل کے تیسرے باب میں مدعی سلطنت کو ایک باغ سے
تشبیہ دی ہے جس میں شیر خوار کلیسیا کی کروان جوتی تھی۔ اب اس باغ کی
بڑھتی ہوئی نئی نئی اور وحشی لوگ باہر سے زخم کر کے آئے بڑھ رہے تھے۔
پچاس سال طوفان بدینہری میں یہ شیر خوار بچہ نہ مرا۔ وہ خود بخود اپنے معبود کی
پروردہ بن گیا۔ وہ مدعی باغ کی تباہ شدہ باڑی سے باہر نکلا گیا تاکہ وحشی افراد کو
بین و بشارت دے۔

مغرب میں مشنیں۔

پانچویں صدی کے دوران میں روم پر نال آیا۔ تقریباً پانچ سو سال کے
بعد اسیں صدی میں مغرب کو پیغام بشارت دیا گیا۔ لیکن اہل مغرب کو نہ تو
تبدیلی نامگی یا نئی پیدائش کا احساس ہوا اور نہ ہی ابھی تک ان میں کوئی تبدیلی
پیدا ہوئی۔ القدرتس کے بعد انٹر مغرب کا پیدا ہوا جیل القدرتس مشنری مرکز
(PATRICK) تھا۔ وہ اس کلیسیا کا ایک پیدائشی زمین تھا جس کا سنگ
بنیاد رومی آبادان کے لائق سے برطانیہ میں رکھا گیا تھا۔ مذکورہ کلیسیا غائب
پہلی صدی میں قائم کی گئی تھی لیکن ہم یہ بات فراموش سے ہیں کہ سیکھتے جب پانچویں
صدی میں انگلش لوگ ملک پر حملہ آور ہوئے تو انہوں نے برطانیہ کے مسیحیوں
کو ویز اور کارڈینل کی ہاڈیلوں میں دھکیل دیا۔ اور ملک کے زرخیز علاقوں پر
تاجیں بٹھائیں۔ وہ روزِ مشترک اور وحشی تھے۔ پیرک غالباً آئین میں رہتا تھا۔
اسے بھری ڈال اٹھا کر سے لے کر اور اب غلامی حیثیت سے اسے آفریقہ

یہ مذبح دیا۔ پچھوسہ کے بعد وہاں سے فر۔ چوکیا اور اُس میں پتھر پیل
وہ ایک رامب خانے میں داخل ہوا اور اپنی خامی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں وہ
مابیس آئر لینڈ میں چلا آیا اور اُس نے انجیل مقدس کی حیات بخش بشارت
ان لوگوں کو دی جن کے ذہن بہ ایک غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے
تھا۔ اُس نے آئر لینڈ کی کھیسیا کی بنیاد رکھی جو بہت جلد ایک عظیم المرتبت
مشرقی کھیسیا بن گئی۔ اُس نے سنگت میں دولت پائی۔

بenedict ۴۸۰-۵۴۳ (BENEDICT)

اس دور میں benedict اطالیہ میں رہتا تھا۔ وہ ذات خود ایک مسیحی
نہ تھا لیکن اُس نے رامب کے ایک حلقہ کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ بہت انجیل
مقدس کو ان ممالک سے دور دراز اور خطرناک حصص میں لے گئے جنہیں
موجودہ زمانے میں آسٹریا، ہونگری، ڈنمارک، ناروے اور سویڈن کہ جاتا
ہے۔ اس حلقہ کی نوٹ زیادہ تر benedict کی حکمت عملی پر مبنی ہے اُس نے
اپنے مریدوں کو تعلیم دی کہ وہ اپنے جاننے کے اوقات کو عیسائی طور
پر عبادت، مطالعہ اور دستکاری میں تقسیم کریں۔

کلویس کا اطلطباغ (BAPTISM OF CLOVIS. 496)

پانچویں صدی میں کلویس، فرینکوں کے بادشاہ نے جو مرکزی یورپ میں
مقیم تھا مسیحیت کو قبول کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے
یہ قدم اس خیال سے اٹھایا تھا کہ اُس نے خیال کیا کہ مسیحیت ایک نئے
نور والا مذہب ہے۔ بعد ازاں اُس کی زندگی مسیحیت سے بہت دور ہوئی۔

تھے۔ سنت میں وہ کرسس کے روز نما کے گرجا گھر میں حاضر تھا جب
عبادت ختم ہو گئی تو پوپ اُس کے پاس آیا اور جو سیٹلی قین اُس کے روبرو
دونوں نوٹوں پر پوپ نے اُس سے سر یہ بات تاج رکھ دیا اور اس امر کا اعلان
کر دیا کہ وہ روس سلطنت کا بادشاہ ہے۔ ہم اس نئی سلطنت کے متعلق
کے لیے باب میں مزید معلومات پائیں گے۔ شالین پوپ کے سب سے
جلیل القدر بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے جس کا نام ہیریسیال کیا جاتا
ہے کہ اُس کی حکومت باب زراہ کے مقام پر تریون واسطی کے اقتدار کا
ایک نشان ہے۔ وہ نون سیف کا ایک زبردست شیدائی تھا۔ وہ اس کا
دار علم و مغربہ رکھتا تھا۔ اُس کو یہ سمجھتا تھا کہ جیسے رات یا مریں گلیا
تصور لیا جاتی ہے کہ غوام افلاس کو بڑا شہر جس کا شمار ہے سب سے زیادہ سفاقت
چنانچہ باب اُس کی جہنمی (SAXONY) میں یہ جہنمی ایک بہت بڑی
امین اور جہنمی اس کی جہنمی کا حصہ تھا تو اُس نے سیکسن لوگوں کو
حکم دیا کہ وہ ہنس اور موت دونوں چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کریں چنانچہ
انہوں نے ہنس کو نہ لیا لیکن انہوں نے اپنی قاب میں غصہ و زناہمت کے
جذبات رکھتے ہوئے ہنس لے لیا اور یوں نام نہاد مسیحی بنے۔

ولادیمیر (VLADIMIR)

دسویں صدی میں انجیل کی خوشخبری اُس میں پہنچی تھی۔ اُس کے بیٹے فرانتس
کا نام ولادیمیر تھا وہ جو (KIEV) کے شہر میں تیار تھا یہ مقام موجودہ خطہ روس
کے وسط میں تھا۔ وہ اُس پس و پیش میں تھا کہ کیا اُسے پوپ کے ماتحت آنا
چاہیے یا اس کے منظم کی فرمانروائی کے ماتحت۔ کہا جاتا ہے کہ اس معاملہ میں

اُس نے دوسرے خیال کو پسند کیا کیونکہ وہ قسطنطنیہ کے گرجا کی عبادتوں کے حیرت انگیز حسن و جمال اور سلیقہ و تنظیم سے متاثر ہو چکا تھا۔ ان عبادتوں سے واقعی ایک عابد فردوس بریں میں داخل ہو جاتا ہے۔

مشرقی اور مغربی کلیسیاؤں کی فرقہ بندی

ان پانچ صدیوں میں جبکہ یورپ کو انجیل مقدس کی بشارت دی جا رہی تھی مشرقی و مغرب کی کلیسیائیں یعنی قسطنطنیہ اور روم کی کلیسیائیں ایک قوم سے دو رہ گئیں۔ اس کی بے شمار وجوہات تھیں جن میں سے ایک رقبہ تھا۔ ایک تہہ دوسرے شہر کی تحقیر کرتا تھا اور اپنے رقیب شہر سے اس و مومن کو ناپسند کرتا تھا کہ وہ دنیا کا مذہم اور واقعی شہر ہے۔

مزید برآں اب یونانی زبان دونوں ممالک کی مشترکہ زبان نہ رہی تھی جیسے کہ پہلی صدی میں تھی۔ لاطینی زبان پھر سے رواج پا گئی تھی اور عوام اب ایک دوسرے کے خیالات کو اتنی اچھی طرح نہ سمجھتے تھے جتنا کہ وہ پہلے سمجھتے تھے۔ مختلف مسائل و مسائل میں ان کے زعم و روای مختلف تھے۔ اہل روم نے اس اور کائنات عقیدہ کر لیا تھا کہ ان کے مذہبی پیشرو اول و شادی بیاہ کی مخالفت تھی و مانا کہ یونانی کلیسیا میں پرستی سلسلے طور سے شادی شادی کرتے تھے تاکہ جنس و جہان کبھی بھی شادی شدہ نہیں تھے۔ نیز اہل روم و اہل یونانیوں نے باعید قیامت کو سنانے کے معاملہ میں موزوں دن کے سلق، شادی نہ کرنا دیکھتے تھے۔ ملاوہ ازیں اہل روم یونانی مذہب میں بہ خمیری روٹ کا استعمال کرتے تھے اور یونانیوں کو خمیری روٹ کا استعمال کرتے تھے۔

ان میں ایک اختلاف عقیدہ کے متعلق تھا وہ چارلس یون کی کہ نسلیہ

ہر تاحیا تھا۔ یہ بین کرتا کہ :-

”تم بیان کرتے ہیں کہ القدس پر جو باپ سے عورت

علاحدہ رہا ہے یوحنا ۱۴: ۱۶-۱۷

مسیحین غریب میں اور بالخصوص سپین کے ملک میں امین لوئول
(THE ARIANS) سے بحث، مباحثہ کا بازار گرم تھا۔ یہ وہی جہت تھی
نیکوکار نقد نظر کو اپنا چکے تھے اور باپ اور بیٹے کے اتحاد پر زور دیتے
ہوئے تھا کہ عقیدہ میں ”ایلیٹا“ کے الفاظ کا اضافہ کیا جاتا تھا۔

(۱۵) لاہور یوحنا ۱۵: ۲۶-۲۷

ان الفاظ کو ٹالیدیو کی کونسل میں تالیف سپین کا ایک شہر ہے، عقیدہ
کے ساتھ تفریق صورت میں شامل یا لیا تھا۔ پوپ نے اس پر اعتراض کیا اور کہا
کہ عقیدہ جو ان باتوں میں چاہیے جیسا کہ وہ پاپا برون کی کونسل میں تصدیق
میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی روح جانی۔ با اور باپ کے اعتراضات کے سامنے
لئے۔ آخر کار دو سال کے کچھ زائد عرصہ کے بعد شارلی میں نے اسرار پر
ان الفاظ کو عقیدہ کا حصہ قرار دینا چاہیے۔ پوپ اس تجویز پر رضا مند ہو گیا
اور مغرب میں یہ الفاظ آج کے دن تک عقیدہ میں شامل ہیں۔ لیکن مشرقی کلیسایہ
نے کبھی بھی ان الفاظ کو قبول نہیں کیا۔

مشرق کی کلیسیا بھی ایک طویل اور دلخیز بحث کی وجہ سے جو تصویریں
اور مجسموں پر مجسمی منقسم اور فرد جو ملکی تھی۔ یہ بحث ایک صدی سے زائد
عرصہ تک بنا۔ واری اور یہ مغرب کے ساتھ اس اختلاف کی طرح کہ
اور بھی دین کرنے میں مدد ثابت ہوئی۔

دکھائی دیا۔ مقدسین سے ابھی تک دعا کی جاتی ہے کہ وہ کلیسیا کے لئے دعا کریں۔

آٹھواں باب^ط طلوع اسلام

ساتویں صدی :-

ساتویں صدی میں ایرانیوں نے ابھی تک انجیل کی ترجمانی سے مانوس نہیں ہوا تھا۔ برطانوی جزائر کے تحت بنی نصف جزیرہ میں بشارت دی گئی تھی اور مسیحیت چل مرتبہ ملک میں پہنچی تھی۔ اس حقیقت کا جو کہہ نیز نیک باب میں ملاحظہ کرو۔ درحقیقت وہ کسی تہذیب و تمدن کا پتہ نہیں تھے۔ اس میں ایک دوسرے سے شراکت منقطع کرنے کا کوئی خیال نہ تھا۔ اس صدی میں مشرقی کلیساؤں کو باہر نہ نکلتا کا ایک پیشہ بہ موقع ہوا۔ لگا اور بہ موقع پھر یہ کہ اس کے مل نہ کوئلہ یاہ رومیہ میں مسیحی نہ تھے۔

مشرقی کلیسیا میں :-

ایران کی نسوینی کلیسا میں، ابی مینا کی عارفہ ریت کلیسیا (جس کو چوتھی

صدی میں بشارت دی گئی تھی، مسر پورا سیاہ عربی سہی کی لی جلی کلیسیا میں،
 مذہبی مطالعہ، کلام اللہ کا مطالعہ اور سچی زندگی کی مشق کی بجائے زیادہ تر ایک
 دوسرے کے ساتھ اور ملا کاٹ لوگوں کے ساتھ جو ان کے دل بستے تھے،
 بحث و مباحثہ میں منہمک تھیں۔ ان کلیسیاؤں کی ایک بدقسمتی یہ تھی کہ انہوں
 نے کتاب مقدس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں نہیں کیا تھا۔ وہ سریانی ترجمہ کو
 استعمال میں لاتی تھیں، سریانی ترجمہ ایک امتیازی وقعت رکھتا تھا۔ یونان سرعنی
 زبان باقی تمام زبانوں کے مقابلے میں آرامی زبان کے قریب تر تھی۔ اس
 زبان مبارک کو ربنا المسیح روزمرہ کے استعمال میں نہ آتے تھے۔

عربوں نے اتنی تکلیف گوارہ نہ کی کہ کتاب مقدس کا سریانی زبان میں مطالعہ
 کرتے یا اس کا ترجمہ کرتے بلکہ اس کی بجائے وہ اپوکریفا کی اناجیس کی نجلی کمانیوں
 سے دل بہلاتے رہے۔ یہ کتابیں خیالی تصنیفات تھیں جن میں کوئی تاریخی
 واقعات نہ تھے۔ ان کا شیرازہ تعداد حتمہ ہمارے نزدیک کے زمانہ کے بعد
 قلمبند کیا گیا تھا۔

اس دور کے مسیحی لوگ اوبام پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان ممالک
 کی طبعیت جس نے جو حق اور پانچویں صدیوں میں ایک زبردست گوسپی دی
 تھی، اب مادیوں میں گواہی دینے کے لئے تیار نہ تھی یا یوں کہیں کہ
 وہ کسی دینے کی اہلیت نہ رکھتی تھی ممکن ہے کہ کلیسیا مذکورہ ان ذہنوں کے
 باعث اس کا وہ منظر کار بن چکی تھی پینپ نہ سکی۔ اس وقت اس کے قائدین
 و مترین بشر کا سرچشمہ تھے۔ تاہم جب وہ موقع آیا جس میں اس کی گواہی
 نہ ملے۔ پند و ست تھی تو وہ گواہی دینے کے لئے تیار نہ تھی

وہ وقت تب آیا جب محمد صاحب (۵۷۱-۶۳۲ء) مکہ میں فرمایا

ہوستان میں پیدا ہوئے۔ یہ ایک فخری قوم کا متبرک شہر تھا جہاں ایک سیاہ
 پتھر (سنگ اسود) لگے لئے عبادت کی جاتی تھی۔ یہ پتھر ایک عمارت کی دیوار
 میں استادہ تھا جس کو کعبہ کہتے تھے۔ محمد صاحب کے قبیلہ کے لوگ اس
 پتھر کے محافظ تھے۔ چالیس سال کی عمر تک آپ اپنی قومی ذمہ داری کے
 پابند رہے۔ آپ ایک سوداگر تھے اور ہرستان کے تمام حصوں میں، سریا
 اور شمال میں دمشق سے جنوب میں یمن تک سفر کرتے تھے ان سفروں میں
 وہ یہودیوں اور مسیحیوں کی عمارت تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں آپ نے عہد
 کیا کہ آپ کو شہر کی طرف سے مائٹ ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے وطن کو بہت
 پرستی بدروری کے صوف اور شریعت۔ استبازی اور قیامت کے یقین
 پر مبنی کی۔ انہوں نے آپ کا پیغام سننے سے کان بند کر لئے۔ مسئلہ غ
 میں آپ کو تھکے ہوئے چلے گئے۔ یہاں آپ ایک استاد اور فاضل حیثیت
 سے تعلیم دی۔

اگر ان حالات میں آپ ایک زندہ اور متحدہ کلیسیا کے اثر میں آجاتے اور
 کلمہ اللہ کی زندگی، موت اور قیامت کے حقائق کو جان بیٹے تو تواریخ کلیسیا
 اور تواریخ عالم کسی اور رنگ میں دکھی جاتی۔

اسلامی فتوحات ۶۲۲-۶۳۲ء

علم تاریخ کے مطابق حضرت محمد صاحب عربی مذہب اسلام کے بانی تھے۔
 آپ نے ذی قعدہ شریک کی تعلیم دی اور عربوں اور غیر عربوں کو دعوتِ سوم جی جیب
 کو فتح کر لیا گیا اور حرم کعبہ میں مشرکوں کا دخل نہ کر دیا گیا تو عربوں کو یقین
 ہو گیا کہ اسلام بہت پرستی کے خلاف ہے۔ آپ کے آخری حج کے وقت اسلام

نامہ عربستان میں پھیل چکا تھا۔ آپ ۶۳۲ء میں وفات پا گئے۔ دو
 حریف پارٹیوں کے مابین تقسیم و رقابت کے باوجود آپ کا کام آپ کے
 جانشینوں کے وسیلے جاری رہا۔ مسلمانوں نے دنیا کو فتح کرنے کی ابتدا
 کی اور رومی اور ایرانی حکومتوں کے ممالک کو فتح کیا۔ وہ شمال کی طرف
 بڑھے اور سیریا جس میں یروشلم شامل تھا، رومی شہنشاہ سے فتح کیا۔
 انہوں نے مہسود پوتامیر اور ایران کو تخت و تاج کیا۔ انہوں نے اس وقت
 سرزمین سندھ پر تہ نہیں کیا تھا لیکن بعد عرصہ کے بعد دستبرد میں۔ وہ
 یہاں ہی آئے۔ وہ جنوب اور مغرب کی سمتوں میں گئے اور مصر شمالی
 فریقہ اور مراکو تک قابض ہو گئے۔ انہوں نے بعد ازاں آبنائے جبرالٹر
 و عبور کیا اور تقریباً کل ہسپانیہ (SPAIN) پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے
 مسیحیوں کو شمال میں ہیرینیچ پہاڑ (PYRENEAN MOUNTAIN) کے
 دامن تک مجبور کیے (BAY OF BISCAY) کے ساحل تک دھکیں دیا۔
 وہ یہاں فوجیں کر کے فرانس میں گھس گئے اور اگر وہ قسطنطنیہ پر قابض
 ہو سکتے اور وہاں سے مغرب کی سمت میں بڑھ جاتے تو وہ، غلبہ، بحیرہ روم
 کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ لیکن یہ بات عمل میں نہ آئی۔ فرنگوں کے
 کے جزیرے جس کا نام چارلس ہمر (CHARLES THE HAMMER)
 تھا اور وہ شارلی مین کا داد تھا، انہیں ۱۰۶۶ء میں پرتیبہ کی جنگ
 (BATTLE OF POICTEERS) کے موقع پر فرانس سے نکال دیا۔
 شام میں قسطنطنیہ کا محاصرہ ناکامیاب رہا۔

عربوں کا تمدن

تاہم ان کے پاس ایک عظیم ترین سلطنت تھی جس میں انہوں نے ایک

زبردست تمدن کی داغ بیل ڈالی۔ ایام جنگ کے بعد وہ ظالم فاسکین نہیں تھے۔
مشرک یعنی مسیحی اور یہودی لوگ اپنی صفات کے مالک گردانے جاتے تھے
اور انہیں بہت بڑے شکیس ادا کرنے پڑتے تھے اور انہیں اجازت تھی
کہ وہ اپنے کاروبار اور فریب کو جاری رکھیں۔ فسطوری اور مؤخرات
کے مابین مناک لڑائیاں رہتی تھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ میل جول پیدا
کر لے کی بجائے وہ حکمت و ترجیح دیتی تھیں۔

ابھی تک ان میں قدیم یونانی — اثرات پائے جاتے تھے خاص طور پر
مشرقی ممالک میں یعنی ہندو پرتگیز اور ایرانی شہروں میں عربوں نے یونانی علم و
ہنر کو مفتوح و غول سے سیکھا تھا۔ وہ ذی الفہم شاعر ثابت ہوئے۔ وہ بہت
جدد حساب، ادویات، تعمیرت، شاعری، نقاشی و میدان جنگ میں بہت
استعداد کے لئے مشہور و معروف ہوئے۔

مسیحی اور مسلمان۔

چار صدیوں تک مسیحی اور مسلمان باہم مل جل کر عیسائیوں کی طاعت اور کسی مذہب
دوستوں کی طرح زملگی سے کرتے رہے۔ مسیحیوں نے مسیح کی طاعت سے استفادہ نہ
کیا جو پچھلے وقت سے کیا تھا۔ انہوں نے یہنا لیسچ کا کنارہ نہیں کیا تھا
تو بعد انہوں نے اس کی منادی بھی نہ کی۔ بعض اوقات انہوں نے بعض طریق
سے منادی کی کہ ان کے الفاظ کسی بھی صاحب فکر کے دل و دماغ پر یقین کیلئے
نہیں تھے۔ اس میں مسلمان اس قدر حدت کی ہدایت پر آمادہ نہیں کرتے
تھے جو انہوں نے کیا تھا۔ وہ خود راہِ نجات کو کسی مذہب و دین سے
تھا۔ وہ معلوم کر چکے تھے کہ خدا واحد ہے۔ وہ وقت کا حسیہ ہے۔ وہ ایک

ہے اور اُس کی لامحدود ذات ہم سے اعلیٰ و برتر ہے اور وہ انسانی ذمگی کی
 قیود سے متغیر نہیں ہوتا۔ اُنہوں نے اس کی شریعت کو قابلِ تقلید مصلحت بنایا۔
 اُن کے تصور میں ذاتِ الہی اپنی معفات میں ریم و کریم تھی لیکن اُس کا انسانوں
 سے کوئی رشتہ و رابطہ نہ تھا۔ وہ ایک آقا تھا لیکن باپ نہیں تھا۔ اُنہوں نے
 اختیارِ تقدیر اور مادی قوت کو ایسے تعالٰف قرار دیا جن سے انسان خدا سے
 مشابہت رکھتے تھے۔ اُنہوں نے فتح و نصرت کو خدا کے لطف و رحم کا نشان
 قرار دیا۔ ارمی بھی ایسے ہی تصورات رکھتے تھے لیکن اُن کو اس کے خلاف
 صاف بطورِ یہ عقیدہ کیا گیا تھا۔

مظاہرِ پرست یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا قوتِ حیات کی لہر ہے جس سے
 ساری مخلوقات زندہ ہے پر ہمنوں کا دوسری ہے۔ یہ برسم ہی گیان ہے۔ چہرہ
 اور دیگر ماسب کے مدعیان نے کہا ہے کہ ذاتِ الہی کو مکمل طور سے نہیں
 جانا جاسکتا۔ اس خیال کے مطابق قدانیسی سے نہ سلام نے اس کی ذات
 ایک کے متعلق یہ تصور پیش کیا ہے کہ وہ ساری قوت کا مرکز ہے۔ ہم ان
 تصورات سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ واحد عقیدہ جو ہم زبان میں ہمارے سامنے
 سوائے کہ جواب دے سکتے ہیں۔ وہ سادہ بھی ہے درجہ حد مشکل بھی۔
 یہ عقیدہ مقدس یوحنا کا عقیدہ ہے کہ خدا محبت ہے۔
 زمانہ ماضی میں ایسے ایسے مسلمان اہل باطن پائے جاتے تھے اور اب
 بھی ہیں جو اس عقیدہ کی تلاش میں ہیں لیکن انہیں واضح عقیدہ مسلمان تصور
 نہیں کیا جاتا۔

سورہ تائیر کا سب سے بڑا شعر بغداد تھا۔ یکے بعد دیگرے بڑے بڑے

ممتاز اہریت خلفائے و ہاں حکومت کی تھی اس میں سے سب سے مشہور و
معروف خلیفہ ہرون الرشید تھا، جو نویں صدی میں گزرا ہے۔

پچھلے عرصہ کے بعد، دسویں صدی میں، عبدالرحمان سوم نے ہسپانیہ میں
حکومت کی۔ اس نے ایک عجیب و غریب محل تعمیر کرایا جس کا نام الحما تھا۔
اس محل کو رنگ آمیزی سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ اس میں سب پر
کی مرتع کاشت کی جاتی تھی اور اس میں حسین و دلکش گل و گلزار تھے۔ اس زمانہ
میں ہسپانیہ کی اسلامی فزیت و اقتدار عروج پر تھا۔ ان کا اسلامی عقیدہ
حسب ذیل ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

نواں باب

صلیبی جنگیں!

یہاں پر یہ یاد دلاؤ کہ مشرقی یہودیوں اور تازیانہ جہالت اور دست
کے کی تحریکوں اور ان کے لوگ صلیب یا توں میں پتوں سے مشابہ تھے۔

ان کی زندگی میں جانناڑی کا کام، دھسائی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق ایک جوان مرد آدمی کے لئے جنگ ہی ایک واحد ذریعہ حاکم تھا۔ چنانچہ وہ لگا آ رہے تھے جس میں جنگ و جدل کرتے رہتے تھے۔ ان کے قلوب میں بنا آئیس کی ایک لکری شخصی پرجوش عقیدت تھی ان کی بڑی بڑی خواہشات میں سے ایک خواہش بیت المقدس کو دیکھنے اور حج پر جانا تھی جہاں ربنا المسیح نے اپنی زندگی کے دن گزارے تھے اور وفات پائی تھی اور مردوں میں سے بھی اُٹھتے تھے۔

تاتاری۔ گیارہویں صدی

اس صدی کی ابتدا میں فتنہ و فساد کے آثار نمایاں ہوئے۔ مصر میں ایشیا سے ایک نئی وحشی قوم اُٹھی اور قبیلوں کے قبیلے بنے گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر بہت دور شمال میں تھے جنوب کی سمت میں بڑھتے گئے۔ سب سے پہلے ہلاکو خان اور غزنوی کے بادشاہین آئے۔ بعد ازاں سلجوقی تاتاری آئے۔ ان کے قائم کردہ ترک بیگ نے بغداد پر قبضہ کیا اور شہر میں وہیں ہمارا رہا گیا۔ تاتاری لوگ تدریجاً مشرک تھے۔ انہوں نے اسلام کو قبول کیا۔ تاہم وہ ہر ایک مسلمان سے جو ان سے دائرہ عمل میں باوٹ کا موجب ثابت ہو رہا ہے کو تیرتھے۔ بغداد سے انہوں نے پندرہ سال قبل مغرب کی طرف کہاں۔ انہوں نے مشرق میں عربوں سے بدستور بھیج لیا۔

مشترک مسلمانوں نے منہرہ کی لٹ کی بدستور میں غلط فہمیوں کو ایشیا سے نکال دیا اور ایک نئی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

سلسلہ تک قائم رہی۔

یہ چیز جسکی زائرین کے لئے ایک ضرب شدید تھی۔ عربوں نے (جنہیں سامان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے) انہیں سرزمین فلسطین میں مدفن کیا اور وہ اسات پر رضا مند تھے کہ ان سے تجارت کریں اور ان کی خاطر دعوات کریں لیکن ترکوں نے ان کے قافلوں پر سے کئے اور ایشیا کو چھک اور فلسطین میں سارے راستوں پر مسافروں کو روکتے رہے۔

پہلی صلیبی جنگ سلسلہ :-

پچیس سال کے عرصہ تک کل دنیا سے مسیحیت پریشانی میں مبتلا رہی اور عمومی پولوں نے زائرین کی آمد کے لئے بے سود و سنش کی۔ بالآخر سلسلہ ۱۰۹۶ء میں ایک مشترک نام زیر سرٹ اٹھا۔ وہ جگہ جگہ جاتا تھا اور عوام کو آمادہ کرنا تھا کہ بیت المقدس کی طرف جائیں۔ اور مقدس قبر کو جو خداوند کی قبر ہے نکاتین کے باغوں سے چھڑائیں۔ اس نے تمام مغربی یورپ میں جوش و خروش کی ایک لہر پیدا کر دی۔ ہر جگہ عوام و مسکینوں میں جمع ہوئے گئے۔ ان کے کپڑوں پر ان کی سیلیں رسی ہوئی تھیں اور بول مرد و زن اور بچہ نادان کے خاندان اور گاؤں کے گاؤں جمع ہوئے اور پٹر پٹر اور دھڑک تیا دت میں یہ جوش میں نکلا لیکن ان لوگوں کے پاس نہ تو کوئی غذا بلکہ تھا اور نہ ہی ان کے پاس خور و نوش کا سامان تھا۔ اس قافلہ کے بہت سے افراد جھوک اور مکان سے چور ہو کر سرک پر دم توڑ گئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کھانے پینے کی چوری کی اور ان مالک کے لوگوں کے باغ سے قتل کئے گئے جن کی حدود سے وہ گزر رہے تھے اور جن سے انہوں نے جھگڑے مول لئے تھے۔ ان میں سے چند افراد قسطنطنیہ

تک پہنچ گئے۔ وہاں کا اڈاء اُن سے چپکسا پانا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے انہیں اپنے جواز دیئے تاکہ وہ ایشیا کی طرف روانہ ہو جائیں لیکن جو وہی اہل مدینہ نے وہاں قیام رکھا مسلمانوں نے اُن پر حملہ کر کے اُن سب کو تھارے گھاٹ اتار دیا۔

چند مہینوں کے بعد ان بے یار و مددگار مغرب الوطن اور حبال کوٹوں کے پیچھے سپاہیوں کی ایک منظم فوج آئی جو ایک فرانسیسی قائد بنا کر گاؤں فرسے بلبن کی زیر قیادت متحد ہوئی تھی۔ یہ لشکر بھی فلسطین میں وارد ہوا اور اہل مدینہ نے جہازوں کے لئے درخواست کی۔ شہنشاہ نے اس لشکر کے سالاروں سے یہ وعدہ حاصل کرنے کی کوشش کی کہ جب وہ یہ شکم برقصہ حاصل کریں تو وہ اس شہر کو شہنشاہ کے ہاتھوں میں دے دیں۔ لیکن لشکر کے سالاروں نے ایسا وعدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ خود یہ شکم کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ ان کے ذہن میں محض زمین اور مقدس مقام کا خیال تھا بلکہ وہ اس شاندار تجارت کے متعلق سوچ رہے تھے جسے وہ فلسطین اور مغرب کے مابین منتقل کیا چاہتے تھے۔

بالآخر اس لشکر کو جواز مل گئے اور وہ سمندر کو پار کر کے ایشیا میں داخل ہو گئے۔ اس وقت تک ترکوں کی سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ چنانچہ یورپ نے ترکوں کو بیت المقدس سے نکال کر خود اس پر قابض ہو گئے۔ عرب ریاست تھے کہ اگر صلیبی مہم دین اعلان جنگ نہ کریں تو وہ واپس اسی زندگی کو اختیار کریں گے جو انہوں نے ترکوں کی آمد سے قبل اختیار کر رکھی تھی۔ صلیبی مہم دین نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا کیونکہ وہ ملک کو بیخ کنی پر تھے ہڑتے تھے۔

انہوں نے آخر میں قذیفہ اُٹھایا اور ۱۰۹۹ء میں برصغیر پر قبضہ کیا اور وہاں
ایک ایسی سلطنت کو بنادیا۔ کئی جواہری سال تک قائم رہی۔ جس میں سب سے پہلے
کی مخالفت کی تاثرین کی دیکھو بھال کی، قلعہ اور خانقاہیں تھیں کیں اور مغرب
کے ساتھ تجارت کرنے کی حمایت کی۔ اس تجارت کے باعث دولتیں اپنی
امارت میں بامِ ثریا پہنچا۔

اس وقت قلعہ طین اور مغرب کے مابین آمد و رفت مسلسل طور پر جاری تھی
اس لئے میاء اور مزید مالی وسائل مسلسل طور پر ضرورت لاحق تھی آخر کار
صلیبی جنگیں زائرین کے اپنے ممالک کے لئے ایک بھاری بوجھ بن کر رہ گئیں،
جسے اٹھانا حاصل ہو گیا تھا۔

دیکھو یہی جنگیں :-

کافی عرصہ تک مغربی یورپ کے لوگ مقدس قبر پر قبضہ حاصل کر کے
اتنے خوش تھے کہ وہ اُس کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار تھے
جو نہی وقت گزرتا گیا مشکلات بڑھتی گئیں اور مسئلہ میں ایک دوسری
صلیبی جنگ کے لئے مجاہدین کو روانہ کیا گیا۔ اس کام کا منصوبہ اتنی بے احتیاطی
سے باندھا گیا تھا کہ اس جنگ کا نتیجہ ناکامیابی ثابت ہوا۔ ۱۱۸۷ء میں
عربوں نے سلجوقیوں کی قیادت میں یروشلم پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۸۷ء
میں مغربی ممالک نے اس عظیم نقصان سے قہراً لوحہ ہو کر تیسری جنگ کے لئے مجاہدین
کو روانہ کیا۔ یہ صلیبی جنگ چاروں شیردلی کی ہمت اور جان و نقد کے باعث مشہور
معروف ہے۔ یہ جنگ بھی ناکامیاب رہی، اور اس کے بعد کی جنگ نے اس سے

بھی بدتر نتائج پیدا کر دیئے۔ ۱۲۰۲ء میں ایک اور صلیبی جنگ ہوئی جس میں
جسٹن ہرنے اور اسی مقام پر انہوں نے جبار طغیاب کئے۔ یہ منہ دیوین میں
کے لوگوں نے انہیں اس شرط پر تباہ ستقل کرنے کے لئے دئے۔ یہ وہی لشکر
میں نکلے اعدا کریں۔

قسط طغیاب کا محاصرہ ۱۲۰۳ء :-

اس وقت قسط طغیاب میں ایک محترم بادشاہ جس کا تعلق چین یا یو تھ
اور ایک باغی کے مابین کشمکش جاری تھی، وہیں کے راجہ یا پرنس نے ہرنے
کی امداد کی منہ کوہ باغی کو ملک سے نکال دیا۔ اور بادشاہ کو اس کے تخت پر
کر دیا۔ لیکن اس کام کو ختم کرنے سے قبل مجاہدین کی اہل شہر سے کچھ چیز کوٹنی۔
انہوں نے شہر کو اپنے قبضہ میں لیا اور اسے سپرد آتش کیا اور ستلے دیں
فہ گرجوں کو ٹوٹا کھسٹوٹا، بے شمار لوگوں کو تیرتخ کیا، بادشاہ کو نکال دیا اور
یروشلم کے متعلق سب کچھ بھجول گئے۔ سائنہ ریر میں راطینی حکومت سینا میں
سال تک جاری رہی اور پھر یونانی بادشاہ کا ایک جانشین تخت نشین ہوا۔ شہر
اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ اس کی اصلی حالت کبھی بھی بحال نہ ہو سکی۔

بچوں کی صلیبی جنگ :-

اس کے بعد ایک حیران کن واقعہ پیش آیا۔ ایسا منہ بہ منہ تھا کہ سن رسیدہ
لوگ خداوند مسیح اور اس کی مقدس بقا کو بھول گئے تھے۔ بچوں کی منشا
بڑی فرہیں جمع ہو گئیں۔ یہ بچے اپنے والدین اور اپنے گھروں کو خیر باد کہہ
کر بھولے مصرت میں اس سفر پر چلی نکلے تھے۔ جو انہوں نے قدم اٹھا

اُن کا لشکر بڑھا دیا۔ اب گرکہ جرمنی سے ایک آسٹریا سے اور یوں فرانسیسی
 سے آیا۔ انہوں نے پیاروں کی طرف بڑھنا شروع کیا اور پھر جرمنی کی طرف چل
 نکلے۔ اُن کا ایمان تھا کہ خدا اُن کے لئے کوئی نئی معجزہ کرے گا اور سمندر کے
 بیچ میں سے راستہ بنائے گا، جیسا کہ اُس نے بنی اسرائیل کے لئے کیا تھا۔
 یہ وہ نظم اُن کے حوالے کرتے تھے کہ ایک کئی معجزہ ظاہر ہوگا۔ کثیر القصد و سحر
 اور پیاس سے مرگے۔ بعض سمندر کے ساحل تک آئے اور بہتے ہوئے اگر وہ
 سے بچے جنہوں نے اُن کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں جہازیں دیں گے
 کر کے فلسطین لے جائیں گے۔ لیکن بجائے فلسطین کے وہ انہیں مصر کے
 لئے اور انہیں غلاموں کی طرح بیچ ڈالا۔

سینٹ لوئیس شہنشاہِ فرانس

ST LOUIS. KING OF FRANCE 1226-1271

عبدی حلیبی۔ مگول میں سامے کا سارا خطہ بھی جذبہ کافور ہو گیا۔ وہ محض ایک
 خدا اور سیاسی سازشوں کی بجائے بن کر رہ گیا جن میں مار مارنا ناٹو ہو گیا۔
 شہنشاہِ فرانس۔ لوئیس نہدہ ۱۲۲۶ - ۱۲۷۱) نے بنی کہی ذاتی مفاد کے
 اس دعوتِ جہاد و مسیح کی محبت سے مسحور ہو کر قبضہ کیا۔ وہ ایک خود ممد
 نوجوان بادشاہ تھا۔ وہ مصر کے راستہ میں فلسطین کی طرف چل نکلا لیکن
 وہاں پہنچ کر اُسے شہنشاہ ہوئی اور وہ قید کر لیا گیا۔ اسے جلازت دی گئی کہ
 اپنا قیدیہ یا راستہ کاروں اور کئے لڑائی حاصل کر کے واپس فرانس لوٹ جائے۔
 اُس نے قیہ و لایق تاسا مستغاث سے اپنی سلطنت کو چلایا لیکن وہ سلطنت
 ور جھولا۔ ۱۲۷۰ء میں اُس نے اپنے امرا کے طبقہ پر دایع کیا۔ وہ مستعمر

ارادہ کر چکا ہے کہ ایک دفعہ چر بیت المقدس کو جائے۔ اُس نے اُن کو دعوت دی کہ وہ اُس کے نقش قدم پر چلیں۔ اُس نے ردہ میں اُس کا دعوت جنرول (JOINVILLE) بھی ساتھ قبل ازیں اُس کے ساتھ رہا تھا اور اُس نے اُس کی تمام مصیبتوں میں اُس کا ہاتھ بٹایا تھا۔ اُس نے وہ بارہ بیت المقدس کی طرف جانے سے انکار کر دیا۔ اُس کے انکار کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ بادشاہ سے محبت نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے برعکس اُسے بادشاہ سے بے محبت تھی۔ لیکن اُس کا ایمان تھا کہ مسیح بیت المقدس کی بجائے زیادہ قریب طور پر اس کے اپنے وطن فرانس کی سرزمین میں زیادہ حقیقی طور سے سزا و سزاگین کی زندگیوں میں موجود ہے۔ چنانچہ بادشاہ جنرول کو اپنے پیراہنہ اپنے ملک سے چل نکلا اور چند مقتول کے بعد افریقہ کے ساحل پر پہنچی کہ فوت ہو گیا۔ آخری و مہنگ اُس کے لبوں پر دوشلم کا نام تھا۔ چند سالوں کے بعد یعنی ۱۶۹۱ء میں عربوں نے صلیبی جنگ کی محافظ فوج کو الیکر (ACRE) شہر سے نکال دیا، اور یوں صلیبی جنگوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

صلیبی جنگوں کے نتائج :-

صلیبی جنگوں کے اچھے بُرے نتائج ملے جلتے تھے۔ وہ جذبہ عقیدت جس سے مسیحیوں کو بعض صلیبی مجاہدین نے جنگ مقدس میں شامل ہونے کی ترغیب سے ہرجیز کو قربان کر دیا تھا، فنون لطیفہ، آرٹ، فن تعمیرات، سنگ تراشی و کوسیتی میں ظاہر ہوا۔ عربوں سے ربط و معاملات رکھنے سے اہل یورپ نے بہت کچھ سیکھا۔ انہوں نے دوبارہ یونانی علوم و فنون کے چشموں سے اپنی نگاہیں بکھائی۔ وہ یونانی علوم کو بھول چکے تھے لیکن مسلمانوں نے انہیں یہ علوم سیکھا دیے۔

دستے۔ وہ اسلامی ادویات، اریات اور آرٹ سے متاثر ہوئے لیکن ان کے نیک مقاصد بد مقاصد میں بدل گئے۔ مثلاً خوریزی طبع ذوال سند، مغرب کی ضرورت وغیرہ نے یہودیوں کے خلاف ظلم و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔ اور کلیسیا کے زور دینے پر بادشاہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ مشرقی ممالک سے تعلقات پیدا کرنے سے اہل مغرب میں کوڑھ کی بیماری پھیل گئی اور کئی صدیوں تک یورپ میں یہی اور ہزاروں انسانوں کو ناقابلِ یقین دکھوں کا نشانہ بنایا اور مغرب میں مشرقی خیالات پھیل گئے خصوصاً یہ خیال پھیل گیا کہ مادہ مازمی طور پر اپنے اندر برائی رکھتا ہے۔ یہ خیال ایک گہرے رنگ میں حقیقت کے خلاف ہے۔ ایک اور قیہ یہ نکلا کہ لوپ کے اختیار میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ وہ مغرب کے بادشاہوں میں ایک سربراہ اور وہ حیثیت کا، ملک میں چلنا تھا جس کی مثال زمانہ ماضی میں کہیں نہیں پائی جاتی۔

ایک اور نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں اور تمام مشرقی ممالک کو بشارت دینے کا کام صدیوں تک اتوائیں ڈال دیا گیا۔ ہم اس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بارہویں باب میں پڑھیں گے۔ روجر بیکن (ROGER BACON) نے جو ایک فرانسیسیکین سبب تھا اور جدید سائنس کا ایک زبردست پیش رو تھا اس خیال کا جائزہ لیا اور اس نے معلوم کیا کہ بہت کم لوگوں نے اس حقیقت کو سمجھا تھا کہ اصل حقائق نے اپنی اصلی مقاصد کو باطل ثابت کر دیا کیونکہ جلیبی جنگوں کا مقصد دنیا کو ربنا المسیح کے لئے تیار کرنا تھا۔ روجر بیکن رقمطراز ہے۔

”نہ ہی اس طریق سے ٹکرانے مسیحیت کی زندگیاں تبدیل ہوئیں بلکہ وہ قتل کر دیئے گئے اور جہنم میں پھینکے گئے۔ باقی لوگ جو اس جنگ سے بچ سکے مسیحی ایمان کے خلاف قرار دہے ہو گئے۔ لہذا اب دنیا کے مختلف حصوں میں عربوں اور

جنت پرستوں کو تبدیل کرنا ایک مسئلہ لانچل بن گیا ہے۔
 جو قتل نے صلیبی جنگوں سے صحیح سبق سیکھا تھا۔ اُس نے اپنی قوم کو پھٹنے
 سے انکار کیا حالانکہ وہ قوم چاہتی تھی کہ خلی قبری تلاش میں چل سکے۔
 ”اے سنہری ریشم بچہ میں دودھ اور تھنہ بہتا ہے۔“
 بچہ میں بخیر خیال جو کہ میرا دل اور میری آواز ڈوب جاتے ہیں۔
 میں نہیں جانتا کہ میرے لئے وہاں کتنی خوشیاں منتظر ہیں۔
 اور وہاں کیسا نورانی جلال اور کیسی انمول خوشی ہے۔“
 ریزرڈ آف کلٹی۔ بارہویں صدی

دسواں باب

منظری کلیسیا کی زندگی

منظری اقوام نے جو دنیا سے مسیحیت کی مذہبی تھی، اہل اسلام سے اس طرح
 جنگ کیا جس طرح ایک دنیوی حکومت دوسری دنیوی حکومت سے شمشیر زین
 ہوتی ہے۔ ان کے سپاہی پالاکی، دھوکہ اور غداری کے ہتھیاروں کو استعمال
 کرنے سے شرمندہ نہ ہوئے۔ وہ کہتے تھے کہ منکرین پر اہتمام کرنا قرین مصلحت
 نہیں۔ ہر ایک رومی پوپ نے یکے بعد دیگرے صلیبی مجاہدوں کو برکت دی اور

امرا و سلاطین کو آمادہ کیا کہ وہ ایسا ہی جیسا کہ جنگ کا بہتم کریں۔ پانچویں صدی
 میں زوالِ روم کے وقت سے کلیسیائے روم سلطنتِ روم کی قائم مقام بن
 گئی۔ وہ اقوامِ قدیم جو جاتی گئی۔ مغربی یورپ نے پوپ کا سہارا بنا لیا۔ یہاں
 تھا جس عزت بھی پوپ شہنشاہ کی مدد کا منتظر بنا تھا۔ لیکن یہیں اس
 مناصب پر نہیں بیٹھا چاہیے کہ کلیسیا کو محض سیاست ہی کا ذوق و شوق تھا۔
 مغربی اقوام کی زندگی میں مسیحی زندگی بھی تک اپنے مقامِ اعلیٰ پر ظاہر نہیں ہوئی
 تھی۔ عقیدہِ قدیم اپنے آپ کو کسی کتنی نہیں اور بعض نے خداوندِ مسیح کے اسم
 عظیم سے غیر دشنام کا مر بھی سراجام دے تھے۔ بین الاہل سے ایک بھی قوم
 ایسی نہ تھی جو مغرب میں نظر آتی۔ ایک قوم ایسی تھی جس کی قیادت کے زیر اثر مسیحی
 تجربہ کی حوت کو پاسکتی ہے۔ لہذا، سوائے ان مولِ لمحات کے ہیں کسی زندگی
 کا مکمل تجربہ اندازی نہ کی میں ڈھونڈنا ہوگا۔ مسیحیت کی سچائی اور قوت کے
 مظاہرہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی معقول ثبوت نہیں جو ہمیں ماضی اور حال
 کے مسیحیوں کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

مکمل تھی طرزِ تعمیر کے گرجے۔

قرونِ وسطیٰ میں مسیحی تقویٰ کا ایک عظیم المرتبت کام اس زمانے کے گرجوں
 اور آستانوں میں نمودار ہے۔ یہ کام نہ صرف اس شخص کا تقویٰ ہے جس نے
 ان گرجوں کی تعمیر کئے تھے بلکہ ان فنکاروں اور دست کاروں کا
 تقویٰ جس سے کہتا ہے جنہوں نے ان کو تعمیر کیا۔ ان میں وہ اپنے زمانے کی
 روح کا آئینہ ہیں اور اپنے تصور کو کامل آزادی سے دکھاتے ہیں اور اس تصور
 کو دکھانے کے لئے وہ آزادی اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان گرجوں کے

میں قیصر اور دیاتوں سے طبعاً ہی اور بعض چوٹیوں پر مجلس میں جو منسلک خیال و
 ہونے کی نظر دھوپ سے رہا ہوا کافی مقاموں کی طرف سے جاتے ہیں ہر
 انرجوں میں داخل ہوتے ہیں اور ہندی کی طرف ہنسی مورتی محرابوں کے نیچے
 کھڑے ہو جاتے ہیں جو چھت اور فرش کی وسیع دریاں جنگ کو چیرے ہوئے ہیں
 نفاٹے بیٹھ کر پر سر مبار اور شمشاد روشنی میں مستغرق ہوتے ہیں جس سے غنہ و غلو
 کی سادگی اور انکسار یا اضمحلال کے حوصلے اور متوازن کے اہل انصافوں کی نقاشی
 اور کانسوں کے حافی شان اسباب آرائش سے ایک نمایاں فرقہ یہ رہتا ہے
 اگرچہ اسے اندر بستی نہ رکھتے ہوں اس سے داخل ہو کر بھروسے یا سلیبی رہت
 سے تقریباً قوس قزح کی طرح منتشر مورتی ہے یہ تمام سال ایک گہری مناسبت
 کا رٹ پیر رہا ہے لیکن اس منظر کی تفصیلات عام طور پر پنچوں اور مفلح نظرات
 ہیں۔ یہ دینی دیواروں پر عجیب انصاف و تفریق پر ہیں۔ ان کے منہ میں تل لگے جاتے
 ہیں جس سے ہنسی دیا جاتی رہتا ہے۔ کھڑے ہوئے نقش و نگار اور یہی بولوں سے
 مائیں عجیب و غریب وضع کے ہوتے ہیں۔ وہ دیووں کی تصویریں فخراتی ہیں مگر بے کی
 کھڑکیوں میں تابہ تقدس کی نمایاں تصویریں دیوے و عدل کے شان جو ان
 پڑھیں ہمتہ میں کے جیسے ان کے حالات زندگی کی یادگاریں ہیں۔ یہیں میں ہم ترین
 جھٹسیر مسلوب کا ہے جو مرکزی محور کے اوپر لگا یا گیا ہے۔ یہ جھنڈا ہادیوں
 کو غات یا کھارہ کی داستان کی یاد دلاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے قرین و سلی
 کے اگرچہ کو تیرہ کیلے کسی محنت سے جی کاں ہمتہ میں نہیں تھے لیکن ان
 کی مسامحی نے خدا پاک کا ذکر میں پشتوں کے سلف سے ضرور کر دیا ہے۔

موسیقی

ان مگرچہ میں مورتی اور لاتی موسیقی کا بہت زیادہ انتظام کیا جاتا تھا اس

کام کا سرہ پوپ گرگری اول کے سر پر ہے۔ وہ ایک مشنری پوپ تھا جس نے
مقدس انگلیسین کو انگلستان کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہ وہاں کے گنہگاروں کی
طرز موسیقی جسے گرگری نے ایجاد کیا تھا تمام مغربی کلیسیاؤں میں پھیلی
گئی تھی اور بعض جگہوں میں ابھی تک اس کا رواج ہے۔ بہت گیت ہیں جو گاتے ہیں
تک قرین رستوں سے آئے ہیں مثلاً ذیل کے گیت۔

یہ دسویں صدی کا گیت ہے۔ { "COME HOLY GHOST OUR
SOUL INSPIRE"

یہ چودھویں صدی کے گیت ہیں۔ { "JERUSALEM THE GOLDEN"
"JESUS CHRIST IS
RISEN TODAY"

ملاوہ انہی بہت سے اور گیت آتے ہیں قدیم ہیں یا ان سے بھی قدیم ہیں۔

دعا۔

ہمارے پاس ابھی تک ان زمانوں کی دعائیں بھی موجود ہیں۔ یہ دعائیں
بہت خاص طور پر تین پوپ صاحبان سے حاصل ہوئی ہیں۔ لیو اول (LEO I)
نے جس نے بن قوم سے ردم کو بچایا تھا، بہت سی دعائیں لکھی ہیں گیلیسی
(GELASIUS) نے جو روم کے بعد ہی تھا ان دعاؤں کا مجموعہ تین جلدوں
میں تیار کیا ہے۔ گرگری اول نے گیلیسیس کی کتاب کا مطالعہ کیا اور اسے
مختصراً ایک جلد میں پیش کیا۔ یہ مجموعہ اتنا مقبول عام اور پسندیدہ ثابت ہوا
کہ بعض کلیسیاؤں نے اپنی اپنی جلدوں کو سونے، چاندی اور قیمتی دانت سے
مجلد کیا۔ ہمارے پاس دیگر قدیم دعائیں اور مذکورہ بالا دعائیں موجود ہیں جو ہر ایک

کلیسا سے جمع کی گئی ہیں۔ ان دُعاؤں کا مطالعہ اور استعمال ہمیں اپنی ظرفی عبادت میں مدد دیتا ہے۔ اور یہ دُعاں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ ہم اکیلے دُعا نہیں مانگتے بلکہ ہم مقدسین کی مدافعت میں شریک ہیں جو نہ صرف تمام دُنیا سے ملزم ہیں بلکہ ہوتی ہے بلکہ تمام زمانوں میں موجود ہے۔

رہبانیت :-

قرینِ وسطیٰ کی کلیسیاؤں کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ مینا مرو اور عورتیں رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بہت قدیم زمانوں سے رہبانیت بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ دوسری اور تیسری صدیوں میں بھی عوامِ دنیوی زندگی سے منہ موڑتے رہے تاکہ دُعا و دھیان میں اپنا وقت صرف کریں۔ بعض اوقات یہ لوگ اپنے گھروں اور بعض اوقات خانقاہوں میں رہتے تھے۔ سلطنت کے مشرف برسیعت، جوئے کے بعد یہ رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا۔ بعض لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ روزمرہ کی زندگی بہت آسان ہے اور جب حکومت نے شہداء و فضائلِ نہ دہی توانوں نے خود بخود اپنے آپ کو شہداء بنا لیا اور انواع و اقسام کے ذرائع سے اپنی زور و کوب کی۔ بعض لوگوں نے یہ خیالی کیا کہ تمام دُنیا میں ایک مسیحی مسیحیت سے زندگی بسر کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ اور یہ زندگی زیادہ سہولیت سے صحرا یا غارنگاہیں ملتی ہے۔ چنانچہ مردوں کے لئے راجب خانے اور عورتوں کے لئے خانقاہیں کلیسیائی زندگی کا حصہ تصور کی جاتی تھیں۔

ان میں سے بہت سے راجب خانوں اور خانقاہوں نے بہت اعلیٰ اعلیٰ کام کئے اور اپنے کمالات دکھائے۔ یہ بات سمجھنا مشکل ہے کہ ان کے بغیر مغرب میں کس طرح بشارت کا کام کیا جاسکتا تھا۔ زوالِ روم اور وحشی اقسام کے حملوں

کے بعد سرزمین مغرب میں بہت تھوڑا علم و ہنر رہ گیا تھا اور جو کچھ بھی رہ گیا تھا
انہی مقامات میں تھا۔ یہاں ایسے مرد اور عورتیں تھیں جو اپنی زبانیں مسلسل یاد رکھ
جیل اور دنیوی ساز باز میں صرف کرنے کے بجائے مطالعہ کتب و تاریخ و جغریہ اور طبیعت
نمود لوگوں کی خدمت میں صرف کرنے کی منتہی تھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے رابیب
خانوں اور خنقاہوں میں پناہ ڈھونڈ لی۔ ان رابیب خانوں کے ساتھ بہت
سے مدرسے اور شفا خانے وابستہ تھے جہاں ہنر مندی اور علم و فضل پورے
عروج پر نمایاں ہوئے۔

ان رابیبوں کی اخلاقی کمزوری کا اہل تقی۔ وہ ان رابیب خانوں میں آکر پناہ
پیتے تھے اور بعض اوقات انہیں یہ محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے محض دنیوی
آزادانہوں کو ترک کیا ہے لیکن وہ اسی طرح کی دیگر آزمائشوں میں آ پھنستے ہیں
کئی بار ان رابیب خانوں کی اصلاح کی گئی۔ ہم اس بات کا چاہتے ہیں کہ
چھٹی صدی میں بینڈیکٹ (BENEDICT) نے اصلاح کے کام کو شروع کیا
تھا۔ گیارہویں صدی میں ایک اور عظیم الشان تحریک پیدا ہوئی جو فرانس کے شہر
کے رابیب خانہ میں مرکوز تھی اس تحریک کا نتیجہ اتوارنے خانہ جنگی تھا جس کے
مطابق طبقہ املا نے باہمی تصفیہ کیا کہ وہ اپنی خانہ جنگیوں کو ہر منقہ سیاحتی اتوار
تک بند رکھیں گے۔

علم و ہنر:-

منزل دنیا کے مستقیم کی مشترکہ زبان لاطینی تھی۔ یہ زبان بڑی بہت گنتی
تھی۔ تمام علمی کتب لاطینی زبان میں لکھیں۔ سب ہمارے ہمارے کے ہمارے ہمارے

ان کتابوں کو پڑھ سکتے تھے اور ان کے متعلق بڑی آسانی سے فرائض، طایفہ
یا کھتات میں ایک نویرہ شی سے دوسری نویرہ شی میں تھیں مکان کی دیکھنا تھا۔ اور
وہ ان کی زبان کو جس میں قلیہ و م باقی تھی گھرن وافقیہ سے سمجھ جاتا تھا۔
بعد میں نویرہ شیوں بڑھ گئی تھیں اور یہ ترقی زیادہ تہ متقدمہ پادریوں کی۔ کچھ
کاغذ پر خطہ ان نویرہ شیوں میں عام طور پر بڑے بڑے جلیل القدر علماء پائے جاتے
تھے۔ ان کی کثیر تعداد کتب میں ابھی تک زندہ کی بخش وچہ پی پائی جاتی ہے۔

سائنس

ان ایام میں علم طبیعیات کی معلومات بہت محدود اور بے ترتیب حالت میں
تھیں لہٰذا یونان نے اس کام کو اپنی طرح شروع کیا تھا لیکن انہوں نے اس کو
بھی دیگر یونانی حکومت و قریوں کے ساتھ جھکا دیا۔ مغرب سے یہ معلومات جبروت
تاہم مسلمانوں نے اسے سنبھال کر رکھا تھا۔ مغرب میں علوم جس چیز کو دیکھتے تھے
بلا شکتی ان لیا کرتے تھے۔ ستاروں کے اثر و تاثرات پر نیک سکون اور برکتوں
پر ورستہ دیگر اہم براعقدا رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ طبیعیات
کا مطالعہ جاہل و گری کے سوا کچھ نہیں ہے۔

غربت

ان ایام میں مغرب میں بے حد غربت اور مصیبت باقی تھی قرون وسطی
کے سب سے اندوہناک نظاروں میں سے ایک چیز ایک کڑی کی زندگی تھی۔
اسے گھر سے نکال دیا جاتا تھا کہ وہ ملحدہ ایک جیونٹین میں زندگی بسر کرے۔
یہ جیونٹین خانوں سے دور جاتی تھی۔ اس جیونٹین میں آگ و گویہ زندہ انسانوں

جہاں کہیں عداوت پائی جاتی ہے وہاں مجھے محبت کا بیج بونے دے
 جہاں کہیں رنج و الم ہے وہاں مجھے خوشی کا بیج بونے دے۔
 اسی سیرے آسمانی آقا۔

بخش دے کہیں زیادہ تر تسلی حاصل کرنے میں مصروف نہ رہوں بلکہ دُشمن
 کو تسلی دوں۔ میں اپنے آپ کو دُشمنوں پر ظاہر کرنے کی بجائے دُشمنوں کو کھجول
 میں دُشمنوں کا محبوب بننے کی بجائے دُشمنوں سے محبت کر دوں۔

(فرانسس آف اسیسی۔ تیرھویں صدی)

”سُجرات کے متعلق غلطی۔ کھنے کا مفہوم خدا کے متعلق بالکل راتے دینا ہے
 جس سے علومِ اقدس کے خیالات خدا سے دور ہو جاتے ہیں۔“
 (تھامس اکیو نو مس۔ تیرھویں صدی)

گیارہواں باب

مغربی کلیسیا کی زندگی!

رُوم۔

یہیں مغربی رومی کلیسیا کی ایک خاص حالت پر نظر ڈالنا چاہیے۔ یہ ایک
 سترہ ا۔ قمار رُوم حکومت کا صدر شہر تھا جتنے کے پلاٹہ میں کانستانتائن نے

بوسفرس کے کسے ایک نیا شہر تعمیر کیا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ دایا حکومت
اور علم و ہنر کا مرکز بنا اور دوم کو محارت کی نگاہ سے دیکھنا اور کہنا شروع کیا
کہ دوم ایک متروک دیوانی ہے۔ یہ جذبہ اس وقت بہت بڑھ گیا جب دوم
وحشی اقام کے حلوں کی تاب نہ لاکر مغلوب ہوا اور دوبارہ رومی لوگوں نے قبلی
زبان میں گھٹکر کرنا بد کر دیا اور لاطینی زبان کی طرف وہ پس رجوع کیا۔ لیکن وحشی
اقام اور ان کی اولاد نے کبھی بھی اس میں پھرتے نہ لیا۔ جب وہ آہستہ آہستہ
مذہب بنتے گئے۔ ہسپانیہ، فرانس، انگلینڈ، جرمنی اور اسکیٹڈی ممالک
(یعنی نائے۔ سویڈن۔ ڈنمارک) کے باشندوں نے کچھ دیر کے بعد دوم
کے ساتھ بحیثیت مفتوح یا فاتح، غلام یا سپاہی گہرا تعلق پیدا کیا۔ رومی انواع
رومی قانون، رومی حکام، رومی دولت اور رومی تزک و احتشام نے پشت
در پشت ان کی زندگیوں پر اثر کیا۔ بالآخر رومی مشنری انہیں تسلیم دینے کے
لئے آئے اور جب انہوں نے مسیحیت کو قبول کیا تو انہوں نے عام طور پر
جوش محبت سے مسیح جو کہ کلیسیا ہے، روم کی طرف نگاہیں اٹھائیں کیونکہ وہ ان کی
رماں "کلیسیا تھی۔"

رومی مشنری :-

مشنری سماج ان اپنے ہمراہ نہ صرف انجیل لائے بلکہ مذہب زندگی کی خوشگوار
اور محبت بخش چیزیں بھی لائے۔ جبکہ مشنری کام سلطنت کی حدود سے باہر
نہ نکلا۔ مسیحوں کو دیگر لوگوں سے زیادہ کوئی علم نہ تھا۔ اور ان کے پاس سوائے
انجیل کے کوئی دوسرا شے نہ تھی۔ بوقتہ لوگوں کو پیش کرتے لیکن جب وحشی لوگوں میں
خدمت کا دم بچھایا تو بیماروں کی دیکھ بھال اور مدد سے خدمت کا ضروری حصہ

ہیں گئے۔ بڑا، غریب، مصیبت زدہ اور مخلص ایک قسم کی امداد کے لئے
خاتما جوں ہی آنے لگے ایسا مظلوم ہوتا تھا کہ کلیسیا کی یہ ایک ضرورت تھی کہ
لوگوں کو بیاہن میں کھانا کھانے جس طرح ایک دوسرے بنا لیتے تھے، انہیں دیکھ کر
اور کلیسیوں سے سیر کیا تھا۔ نیز اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ موسم کو
اس گوشت سے دیا جانے جس میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ (فریڈرک ۲۶۱-۲۶۷)

پاپائے روم اور شہنشاہ

ان جدید ممالک میں جو نئی وہ بڑھے، ہر ایک شخص نے بغیر حیل و حجت
اس امر کو تسلیم کر لیا کہ شہنشاہ کو دینی قوت اور پاپائے روم کی دنیوی قوت
میں ایک گہرا تعلق ہے۔ جب پاپائے روم نے شمالی میں کے سربراہان پر دھڑکے
اُسے شہنشاہ بنایا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں ملکہ تمام ممالک دنیا
پر بلکہ تمام قدیم رومی سلطنت پر ایک بحیثیت دنیوی صدر اور دوسرے بحیثیت
دینی صدر حکومت کرے۔ لیکن اس خیال کو عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا۔ اس نئی
حکومت کے سرور۔ کبھی بھی زیادہ دیر تک متفقہ آتے نہ ہو سکے۔ اور حکومت
کی جاری تاریخ شہنشاہ روم اور پاپائے روم کے جھگڑوں سے جبری پوری ہے
نویں اور دسویں صدیوں میں پوپ صاحبان کا اقتدار بہت کم ہو گیا۔ یہ خیال کیا
جاتا تھا کہ پاپائے روم کا انتخاب کلیسیا کے پادری صاحبان اور عوام کو تھے ہیں
لیکن حقیقت میں اُن جن کے پاس مدبر اور مورخ تھا، اس کام کو سر انجام
دیتے تھے۔ مہم صدر پوپ صاحبان کل نااہل لوگوں کو اس کام کے لئے انتخاب
کرتے تھے جو ان کے مسئلہ نظر سے اٹھانے کے حکام کو بے چہرہ و چہرے
تھیں کرتے۔ یہاں تک کہ نوجوان لوگوں کو بھی اس صدمے پر تھیں کیا جاتا تھا۔

کے بعد شہنشاہ بھی فوت ہو گیا۔ گر گیری سے جانشینوں نے شہنشاہ کے بھائی
کو اطاعت و فرمانبرداری پر مجبور کیا اور یوں پاپائے دہلی کو اپنے مایوسی سے
سال تک یعنی زمانہ اصلاح تک بادشاہوں سے اعلیٰ و اشراف سدا رہا
گر گیری کے کارنامے نمایاں ہیں سے ایک جینہ بھی۔ اس نے اس اب
پر زور دیا کہ پادشہ صاحبان غریبوں کی شدہ حالت میں زندوں سے رہیں اور اس
سواطیر میں سخت مخالفت کے باوجود وہ کامیاب رہا۔ اس وقت ملک سے وہ
کے پادری نامہاں محسوسات میں زندگی سے نہ رہا۔

اناجیل میں خدا کی بادشاہت کا تصور

اناجیل میں ہم سلاطین کے ہیں اور ہم سے خداوند مسیح کی بادشاہت کو ایک
حکومت کے جسے خدا کی بادشاہت کا تصور۔ ایک زمانہ میں تھوڑے
اپنے آپ کو ایک سیاسی و مذہبی حکایت بدو ایک بادشاہ بن سکتا تھا۔
کیونکہ اسے اپنی نئی دولت و مملکت اور اس کے حساس فساد و گناہوں نے
قدیم اور بدو زمانوں میں اپنے آپ کو اس کام کے کرنے کی سمجھ تھا۔
انہوں نے خدا کی بادشاہت کو قائم نہیں کیا۔ انہوں نے انسانوں کی
پائیدار حکومتوں کی بنیادیں رکھی ہیں۔ وہ بادشاہت جس کا خداوند مسیح مختص تھا
کسی ناجائز وقت کے بل بوتے پر قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اسے خدا کی بادشاہت
کے سرشار کی کو پنی مرضی و رضا سے قبول کرنا تھا۔ اس کی حکومت کا اصول تیس
۵۲:۱۰-۲۵ میں نوٹ ہے۔ اس بادشاہت کا بادشاہ بننے کے لئے وہ
ایک سیاسی قائد نہیں بلکہ ایک دُعا دینا۔ ایک سے زیادہ اس نے سیاسی
اختیار حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ (لکھنؤ، ۱۹۶۹ء، ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴)

خداوند نے اپنی نرملی منجھریاں سے ارشاد فرمایا کہ آپ کی بادشاہت خیر کی طرح ہے جو ہماری نظر میں کے سامنے آگئے جسے ہوشے آئے میں غالب ہر جتا ہے اور اس کو تبدیل کرتا ہے (سٹی ۱۱۲، ۱۱۳) یہ اصول درست ثابت ہوا ہے۔ استاد کا طریق تعلیم تبدیل عمل میں آتا ہے اور اس صورت میں یہ طریق ضرورت سے زیادہ آہستہ تھا کیونکہ حکام کلیسیا نے خداوند مسیح کے نام پر کلام کرتے ہوئے اُس کے طریق کار کو ترک کر دیا اور ایسے ایسے کام کئے جن کے کرنے سے اُس نے انکار کیا تھا اور یوں انہوں نے مشوہن کے استحکام کو اختیار کر لیا۔

پاپائے روم نے دنیا کی اس فنی ضرورت کو محسوس کیا کہ اچھے اچھے بادشاہ حکومت کریں اور انہوں نے خود ہی اس کام کا بیڑا اٹھایا اور علم طرد پر اس فرض کو اچھی طرح سر انجام دیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ ایسی حالت زار میں پڑ گئے کہ انہوں نے دنیوی بدکاری کے ساتھ اسٹے سٹے کرنے شروع کر دیے۔ اور یوں پریت ایک دنیوی طاقت بن گئی اور اس کی اپنی فوجیں اور سیاست دنیوی فرمانرواں اور سلطنت کے سنے اُس کے بڑھتے ہوئے دھماوی پیدا ہو گئے۔ ان حالات میں پوپ صاحبان دیگر سلطنتوں کے ساتھ انہی کے طریقوں سے جیل و تہیز سودا بازی اور ساز باز کرنے سے شرمندہ نہ ہوئے۔ پاپائے روم نے کلیسیا کو اسی طرح تعمیر کیا جس طرح قانطنطائن نے اس کو شروع کیا تھا۔ اس کا مقصد یہ نکلا کہ کلیسیا بحیثیت ایک منظم جماعت کے بار باجمہ کی شہادت دیتی ہوئی پکڑی گئی۔ اس کی شہادت خداوند بل کی ایک وقت خدمت کرنے کی سہی سے گڈ ہو گئی (لوقا ۱۶ : ۱۴) اب یہ عمارت برادری کے قریب پہنچی ہے۔ موجودہ ایقہ میں یہ حقیقت صاف

صاف نظر آتی ہے۔

صوفیانہ طبقہ (MYSTICS)

لیکن سیاسی زندگی ہی سب کچھ نہیں آتی چودھویں صدی میں ایک صوفیانہ خیال کا ایک چشم بھوش نکلا جس سے روحانی تجربات کا ایک پیش قیست نتیجہ حاصل ہوا۔ وہ جابلق مدوح اُس تلاش و جستجو کو کہتے ہیں جس سے وصال الہی فوری حاصل ہو۔ یہ جذبہ مذہب کے مرکز میں پایا جاتا ہے اور ہم ہر وقت اس کا تذکرہ کرتے ہیں یہ چیز مذہب کی عظیم شان منازل میں سے ایک ہے۔ طامس اسے کیس چودھویں صدی کے بہترین صوفیوں میں سے ایک تھے۔ ان کے علاوہ بھی اور بہت سے ہیں۔ بعض دنیا سے علیحدہ ہو کر تنہائی میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن دوسرے لوگ روزمرہ کی سرگرمیوں میں شریک ہوتے تھے اور بہت سی انفرادی اور مجلسی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔

وائیکلف (WYCLIFFE)

اس صدی کے اہم ترین کلیسیائی حلقہ کے ایک بزرگ پادری کے کتاب مقدس کو لاطینی و گیلٹ سے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ شریعت سے حکام کلیسیا نے یہ خیال کیا کہ جہلا کے لئے یہ قدیم خطرناک ہے اور روزمرہ کی عوامی زبان متبرک پیغام نجات کو ادا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ یہ بات درست ہے کہ تلاوت خطرناک ہو سکتی ہے لیکن اس کا علاج یہ نہیں کہ عوام کو تلاوت سے ریزا جائے بلکہ یہ کہ ان کو تلاوت کرنا سکھایا جائے۔ لہذا وائیکلف کو اپنی کٹوں

سے کوئی حیات حاصل نہ ہوئی۔ اس کی تعمیر کو مان بیس نے جو جیسا کا باشندہ
 تھا جانی رہا اور جو جیسا بن۔ دوسلوویا کا ایک حصہ ہے جس نے تکلیف
 کو علم کیلئے دی وہ جو اس کو نابینا سے روک کر دیا۔ اور پ
 کے معنی اختیار اور قدر م۔ اس کیلئے اس فعل سے ہے جس کی روشنی اور
 اس پر سترانے کو کافر کی دی گیا اور اس سے وہ دیا اور اس کی موت کے بعد
 اس سے شاعر کو کفر کی موت میں رہتا ہے۔ ان کی دلوں نے اب کو دین
 (۱۸۸۰ء)۔ اس کیلئے جو وہ دین ہے۔ یہ تقریباً نوہ کیلئے سے قطع ہونے
 ہ۔ اس کیلئے جو وہ دین ہے۔ یہ تقریباً نوہ کیلئے سے قطع ہونے

اس کیلئے جو وہ دین ہے۔ یہ تقریباً نوہ کیلئے سے قطع ہونے
 نہیں جاؤ گے کہ اس کے نہیں جاؤ گے اور اس نے نہ تھا۔ یہ مضرب نہیں
 ہوئے۔ جو ہیں آتے نہ دیں جو وہ ہیں مسدود

بازاں باب

تنویر الانوار

الحمد لله رب العالمین

جس نے نوریں میں سے خیاں کا غماز کیا تھا یہ بھی جگہوں کے ترانی میں
 سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ ترانی ملکہ و ہنر مرزوں مغرب کی حرکت دایس کوٹ گیا۔

یہ تین صدیوں میں یونانی علم سرشت سے چھبلا اور اس کا ہر تیکہ پڑوش عربی سے
استقلال کیا گیا۔ یہ تحریک چودھویں صدی ہی سے شروع ہوئی تھی جیسا کہ میان وادی
کے ایک طالب علم کی ڈگری کے مقالہ کے معلوم ہوتا ہے۔ یہ طالب علم طایب کے
بہت سے رفوہ نش میں مقیم تھا۔ یہاں ایک یونانی عالم و روایت اس کا نام یونانی
زادہ رس (CHRYSOLOGOS) تھا۔ وہ ۳۹۰ء سے ۴۰۰ء تک بطور رس

میں رہا۔ مذکورہ بالا طالب علم اپنے آپ سے مخاطب ہوتا تھا کہ نظر نہ پڑے۔
”کیا تم اپنی بہترین دلچسپی دیکھو تو میں جانتا ہوں کہ اب تم مجھے دیکھو اور
ڈیو سٹیفنیز وہ دیگر بڑے بڑے شعراء، فلسفیوں اور تفسیر و تفسیر کی تعلیم
کے موقع کو کھو دو گے جن کے متعلق وہ عجیب و غریب حقائق کو بیان کر رہے ہیں۔
میں جی ان سے بات نہ کرنا اور ان کے باطن حکمت کو فحش کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم
اس منہ پر مکتب کو کھو دو گے؟ راست سو سال تک طایب میں کسی ذی روح نے
یونانی دیباچہ کو نہیں جانا لیکن اس کے باوجود ہم اس خیال پر متفق رہے ہیں کہ
زبان کا کیا حقہ عبور ال یونانی سے حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ کسی سہانی
منہ دیباچہ ہوگا کہ اس زبان پر قدیمت حاصل ہو۔ یہ زبان تمام سے علم کو
دست دے گی اور ہمارے سر پرست میں بھی اضافہ کرے گی۔ مذہبی قانون کے
استاد اور جگہ پائے جیسے ہیں اور تم بھی۔ مگر اس کے ساتھ سے ضرورم نہیں ہو
سکتے لیکن یونانی زبان کا ایک ہی استاد ہے اور اگر تم اسے کھو دو گے تو ہمارے
پاس کوئی شخص نہیں رہے گا جس سے تم یہ زبان سیکھ سکو گے۔“

یہ تحریک جس نے گہرے علوم و فنون پر اثر کیا (RENAISSANCE)
یہ لفظ رابن کمال ہے کیونکہ یہ تحریک انسان و مین کی ایک نئی پیدائش تھی۔ ۱۴۵۰ء
میں اس دور میں ایک اقبازی واقعہ پیش آیا یعنی قسطنطنیہ عثمانی ترکوں کے قبضہ

زوالِ قسطنطنیہ ۱۴۵۳ء

پندرہویں صدی کے شروع میں مشرقی سلطنت جس کو برہمنی سلطنت کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے اپنے زوال کے قریب پہنچ گئی تھی۔ ۱۰۹۲ء میں صلیبوں کی سلطنت کے بعد (ملاحظہ ہو باب ۹) مغربی ایشیا پر شمال قبا ئی مسکول اور عثمانی ترکوں نے دو اور چھلے کئے۔ ملاحظہ ہو باب تیرہ) پندرہویں صدی کے شروع میں عثمانی ترک قسطنطنیہ پر بے حد دباؤ ڈال رہے تھے۔ وہ باسفرس کے آ رہا رہتی سفر کر چکے تھے اور انہوں نے شہر کے کثیر حصہ کو فتح کر لیا تھا اور اس کا یہ نتیجہ پیدا ہوا تھا کہ یہ شہر ہند کے مغرب کے دیگر حصے سے منقطع ہو چکا تھا۔ اُسوقتِ اعظم کی امداد سے شہنشاہ پوری جدوجہد کر رہا تھا کہ مغرب سے امداد حاصل کر کے یونین مشرقی اور مغربی کلیسیاؤں کے مابین فرقہ بندی کی وجہ سے یہ کام دشوار ہو گیا تھا (ملاحظہ ہو باب ہفتم ۱۳۳۹ء میں اطالیہ میں مقام فریمہ (FERARA) ایک کونسل منعقد ہوئی اور شہنشاہ نے اُسوقتِ اعظم کے ہمراہ اس میں شرکت کی تاکہ اس بات کا بہانہ ملے کہ کلیسیا کے ان دونوں حصے میں غلط فہمی پیدا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ وہ پوپ کے تمام مطالبات کو پورا کرنے کے لئے رضامند ہو گئے اور انہوں نے مزید بات کو جس سے اختلاف لڑا ہے چھوڑ دیا تھی چھوڑ دیا تاکہ انہیں فوجی امداد حاصل ہو۔ پوپ نے امداد کا وعدہ کیا لیکن جب یہ معاہدہ قسطنطنیہ میں لایا گیا وہ اسے آواز بلند مقدس صوفیا کے گرجے میں پڑھا گیا تو اہل زبان اس سے غصہ تک ہو گئے۔ انہوں نے اسے جھپٹ

کر چھپی یہ اور پھاڑ کر دکھائے کڑے کر دیئے اور اس کو مٹھنا پر مزید کڑت
تھنید سے نکال کر دیا۔

۱۲۵۳ء میں اس کا نتیجہ حاصل ہو گیا۔ عثمانی افواج نے قسطنطنیہ کا محاصرہ
کیا اور اہل شہر کے جان پر کھیل کر بچانے کی کوشش کے باوجود شہر حملہ آوروں
کے ہاتھ میں آ گیا۔ شہنشاہ شہزاد کی آخری وصال حفاظت کرتا ہوا اپنے
گھر سے راجپوتوں اور دوستوں کے ہمراہ مارا گیا اور قسطنطنیہ کے پاؤں کے نیچے روند
گیا۔ بہت سے لوگ قتل کر دیئے گئے اور کثیر التعداد لوگ بحیثیت غلام فروخت
کئے گئے۔ بہت سے مٹائی کے نمونے توڑ پھوڑ دیئے گئے اور پیش قیمت
کتب و نقد آتش میں اور رومی کے داموں فروخت کی گئیں۔ مقدس صوفیہ
اور دیگر عمارتوں کو مساجد میں تبدیل کر دیا گیا۔ ان سیمپل کو جو جوت سننے
نکلے صرف ایک گر جا۔ کھنے کی اجازت دی گئی تاکہ وہ اس میں اپنی عبادت
کر سکیں۔ ویرجین اعظم کا کامر بھی ملک و ماں جا رہی ہے۔ چنانچہ
قسطنطنیہ بھی ملک یونانی راجہ افسیدہ کلیسیا کامر کر رہی ہے۔

مشرقی کلیسیا (THE EASTERN CHURCH)

گیارہ سو سال تک قسطنطنیہ کا شہر خداوند یسوع مسیح کا گواہ رہا اور شہر
یورپ اور ایشیا کی مینا محل پر دنیا سے مسیحیت کا قلعہ تھا۔ لیکن اس کی گواہی
مٹا دی۔ مہرنگی تھی اور عام طور پر باطل تھی۔ تاہم وہاں ہمارے خداوند کی
عبادت کے لئے گہری گرم جوشی کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ وہاں کی عبادتوں کی طرف
عمارت روم اور یوسیتی سامعین و ناظرین کے لئے جنت کے نظارے
پیش کرتی تھیں۔ یہ چیز تھی جس نے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے رومی کلیسیا کو

منعونی کلیسیا بننے کی بجائے مشرقی عیسائیت بنا دیا پسند و مانیں اور گیت جو
 آج کل ہمارے ہاں مروج ہیں قسطنطنیہ ہی سے آئے ہیں۔ بہرہ نسف غفر
 کرانی زوستم (CHRYSOSTOM) کا اسم مبارک بھول نہیں سکتے تھے
 وہاں کی کلیسیا نفسانی ہو چکی تھی اور اپنے آپ کو ہر معاملہ میں بادشاہوں کی
 محصور کرتی رہی تھی۔ پائلی ہانسی کی وجہ سے اس کے کھڑے ٹکڑے ہو چکے تھے
 چنانچہ شب روز عداوت آیا یہ پائمال ہو گئی اور اپنے زوال سے یہیں پہنچ سکھایا
 جو بہ سبب گریہ و رونا چاہیے کہ خداوند مسیح کی خدمت مرنے والے سے نہیں کی جا
 سکتی۔ لہذا ہمیں صرف دل چھوڑ کر کسی اور مقام پر کھڑا ہونا ہوگا۔

زوال قسطنطنیہ کے بعد

سلطنت اپنے مقام اعلیٰ سے گری اور پکنا چڑ۔ ہو گئی لیکن وہ بالکل فنا نہ
 ہوئی۔ ضرور لوگوں میں ملاؤ لگا رہی تھے جو کسی یکسی طرح برباد شدہ کتب خانوں
 سے کتابیں بچا کر لے گئے تھے۔ انہوں نے یوہپ کی یونیورسٹی میں اور مدرسوں
 میں جہاں کہیں بھی وہ اپنے اپنا سر چھپا سکے پناہ لی۔ اور قیہ نانی زبان کی تعلیم
 قدیم اہل یونان اور کلیسیا کے قدیم مقدسین کی حکمت کی تعلیم دے کر اپنا اپنا پیش
 پا لا۔ چنانچہ شہر کی شکست اور بربادی سے تجدید علم و دین کی ابتدا ہوئی۔

چھپائی کی ایجاد ۱۴۵۰ء

انہیں قیہ میں تقریباً ۱۴۵۰ء میں چھپائی کے کام کو ایجاد کیا گیا۔ اس
 ایجاد نے بقایہ کی موجودہ یا قدیمہ قانون کی کسی دوسری ایجاد کے نسل انسانی
 میں بہت زیادہ فرق پیدا کیا۔ جیٹنگ کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں اور ایک

وقت میں ایک کاپی نقل کی جاتی تھی تو ان کتابوں کو صرف اُردو سامی ہتھمال کر سکتے تھے۔ دوا جاری خیرہ تھا کہ یہ کتابیں برباد یا مسم نہ ہو جائیں جیسے کہ بہت سی کتابیں ابودھوکی تھیں۔ لیکن جب ان کتابوں کو چھاپا جاتا ہے تو وہ محفوظ حالت میں رہتی ہیں اور اتنی زیادہ سستی ہو سکتی ہیں۔ انہیں ہر ایک آدمی خرید سکتا ہے۔ اس بباد کو ایک سے زائد آدمیوں نے درجہ تکمیل تک پہنچایا اور اس کے ویسے جدید علوم و فنون جو ایک دوسری صدی کے عرصہ میں یورپ میں داخل ہوتے بہت سب اطراف میں پھیلنے لگے۔

ترکی قوت

ترکوں کی قوت یورپ کے مشرقی حصہ میں پھیلنے لگی تھی کہ دو سو تیس کے بعد ترک وینا (VIENNA) پر جو آسٹریا کا دار الحکومت تھا قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس صدی کے اختتام پر یعنی ۱۴۹۲ء میں ہسپانیہ کے آخری شہر گرانڈا (GRANADA) پر مسیحیوں نے قبضہ حاصل کیا۔ چنانچہ جو کچھ بحیرہ روم کے مشرقی کنارے پر حاصل کیا گیا تھا، تمام مغرب کنارے پر کھودیا گیا تھا۔ اسلام اور دنیا سے مسیحیت ایک ہول جنگ میں مصروف ہو گئے۔

جدید طبقات کی معلومات

علوم و فنون کے علاوہ دیگر جدید طبقات بھی نظر آنے لگے۔ ۱۴۹۲ء میں جس سال گرانڈا پر قبضہ کیا گیا، اسی سال کریسٹوفر کولمبس (CHRISTOPHER COLUMBUS) نے امریکہ دریافت کیا اس نے مغرب کی سمت میں بحری سفر کیا اس کی ترقی حق کو بندہ سان کے مشرق ساحل پر پہنچے جبکہ وہ خشکی کے قریب پہنچا تو اُسے

معلوم ہوا کہ یہ مقام ہندوستان میں بلکہ ایک نئی تہذیب تھی۔ ایسا معلوم ہوا کہ
کہ دنیا میں ایک شخص کے قیاس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ بے شمار جان
بازوں نے تحقیق و تفتیش و حصول دولت کے لئے کولمبس کی تقلید کی۔ چھ
سال کے بعد ۱۴۹۲ء میں پرتگال امیر البحر واسکو ڈی گاما نے بحال سمیت
میں سفر کیا اور افریقہ کے گرد چکر لگا کر کالی کٹ کے مقام پر پہنچا۔ یہ بلکہ مغرب
ہند کے مغرب میں واقع ہے۔ چنانچہ آخر کار ہندوستان اور مغرب کے
مابین مستقل تعلقات پیدا ہو گئے۔ اس وقت تک سیاحوں کی آمدشاور
نآمدیں ہو کر تھیں۔ انہیں ایک شکل شکل کا راستہ درپیش تھا جو بے شمار ملک
میں سے گزرتا تھا۔ ہندوستان اور مغرب ایک دوسرے سے جدا تھے۔
ایک ملک دوسرے کے متعلق ہی سنتا تھا کہ وہ بالکل الگ تھلک ہے۔ اب
یہ دشواری دور ہو چکی تھی۔

محمود ہندوستان میں اور قادم مطلق۔ تو نے اپنے حکام مقتدر کے وسیلے اس ملک
وزمین اور زمین کو تخلیق کیا ہے۔ تیرا ہر عزم مبارک ہو اور جہاں پہنچے۔ تیری
شان کبریائی کی مجید ہو جس نے یہ منظر فرمایا کہ تیرے عاجز بندے کے وسیلے
تیرا امتداد نہر معلوم کیا جائے۔ اور دنیا سے عالم کے اہم حصہ میں اس کی
مناوی ہو۔

یہ دوما کولمبس کے بیوں سے نکلی تھی جب اُس نے سین سالوادی
کے ساحل پر ۲ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو قدم رکھا تھا۔

تیرھواں باب

ممالک مشرق کی کلیسیائیں

طلوع اسلام کے وقت سے ممالک مشرق کی کلیسیائیں اہل مغرب کی نظر سے اوجھل ہو گئی تھیں۔ وہ پورے طور سے بھلا دی گئی تھیں۔ افسوس کی کونسل کے بعد ان کلیسیاؤں نے مغرب لفظ ہو ران کلیسیاؤں کے دستورات و خیالات سے منہ موڑ لیا تھا جن کلیسیاؤں نے سے بے انصافی کی تھی اور افعال و شفقت کی نفی کا ثبوت دیا تھا۔ انہوں نے منطوری تعلیم کو قلعے رکھا تھا جس کے خلاف کونسل آف چالسٹن نے فوٹے دیا تھا۔ ان کلیسیاؤں نے یہ قدم اس وجہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ وہ اس تعلیم کی صحت پر ایمان رکھتی تھیں بلکہ اس غرض سے کہ وہ قطعی مادہ کر چکی تھیں کہ وہ ان کونسلوں کے فیصلوں کو قبول نہیں کریں گی۔ بد قسمتی میں منعقد ہوتی تھیں مان کا دو مرا مقصد یہ تھا کہ جب وہ سلطنت روم کے دیگر مسیحیوں کے ساتھ مذاہن گروے تعلقات نہیں رکھتے تھے تو ان کے ایرانی حکمران ان کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

منطوری اور مونوفیزائٹس

برستی سے مشرق کی کلیسیا میں منقسم حالت میں تھیں۔ ان میں نہ صرف منطوری

کلیسیا میں ہی تھیں (جو ڈائیوئیسیٹس DYOUPHYSITES بھی کہلاتی تھیں)۔ وہ اس عقیدہ کی پابند تھیں جو انطاکیہ سے آیا تھا بلکہ نووینٹائٹس بھی تھیں جو اس عقیدہ کی پابند تھیں جو مصر سے آیا تھا۔ باہمی بحث و مباحثہ کی کڑواہٹ میں یہ دونوں پارٹیاں اس بات کو بھول گئی تھیں کہ وہ کس ذاتِ اقدس کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ وہ اس بات سے شرمندہ نہ ہوئیں کہ وہ کس قدر جلالی اور متبرک مضامین کو اپنے غیض و غضب کی بھرت و نکلا میں گھسیٹ رہی ہیں۔ اسی چیز میں ان کی کمزوری پائی جاتی ہے۔ ان کی قوت ان کے بشارتی جو تر ہیں۔ مختصر قلمی۔ پانچویں صدی میں کلیسیا میں تقریباً مریخی تھیں جبکہ بارہویں صدی کے سب سے دوبارہ ان کی تنظیم کی اور انہیں مضبوط کیا۔ اس کے مصر اور سیریا کے علاقوں کا سفر کیا اور پریسٹرل کا تقرر کیا اور کلیسیاؤں میں امن کی۔ بعد ازاں اس کا اثر ہندوستان تک پھلا۔ اور اس سے تعلق پیدا کرینے کی وجہ سے آج کے دن تک مالابار کے مسیحی لوگ سیرن کہلاتے ہیں۔ بعض لوگ انہیں جیکو باٹ بھی کہتے ہیں۔

ملک چین میں مسطور کی مشنیں

مسطور کی لوگوں نے اپنے مشنریوں کو ملک چین تک روانہ کیا۔ ٹھوکیں صدی میں۔ سی تانفو (SI-GNANFU) میں جسے جدید سائین فو (SI AN FU) کہتے ہیں ایک استادہ کیا گیا تھا جسے بہت عرصہ کے بعد جزواٹ (JESUIT) مشنریوں نے دھونڈا تھا۔ اس پر ایک کتبہ ہے جو میں ان مشنریوں کا جو ملک چین میں ۱۶۳۵ء اور ۱۶۴۴ء میں بھیجی گئی تھیں ایک مختصر بیان پیش کرتا ہے۔ مشنیں، بنباد کے قریب سلوکسیا ستفان (SELEUCIA CTESIPHON)

کی کلیسیا کی طرف آتی تھی۔ وہاں کی کلیسیا ہر ایک بپتسمہ کے لئے ان تھا جس کا لقب
 کیتھولکس (CATHOLICS) تھا۔ اس کتبے پر پچتر ناموں کی ایک فہرست
 ہے جس میں ایک بپتسمہ اور کئی پریسٹ اور صاحب ہیں۔ ان پچتر ناموں
 سے چند ناموں کے سوا باقی سب غیر چینی ہیں چینی لوگوں کی تاریخی شہادتوں
 سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مسیحی مذہب کی ابتدا چینی لوگوں کو زمانہ حال میں پاری
 کتے ہیں مسلمان اور یودی لوگوں کے سارے طبقہ کو بدیشی یا غیر ملکی کہتے
 تھے۔ ۱۸۵۰ء میں اس پتھر کے استاد کے خانے کے کچھ عرصہ بعد حکومت
 چین نے ایک زبان جاری کیا جس کے مطابق مسیحی مذہب اور بدعت کے
 سب باعث نہانے بند کر دیئے گئے۔ بدعت کے لوگوں کو اس معاملہ میں
 کچھ عانت نہ گئی۔ اس شہادت سے اور دیگر شہادتوں سے ہم اس نتیجہ پہنچتے
 ہیں کہ مسیحی کلیسیا ملک چین میں کبھی ہی ملے کلیسیا نہیں بنی۔ صاحب خانہ کی
 بڑے بڑے ادارے تھے۔ بسا معاشرہ ہوتا ہے۔ مینی دگٹاؤں صاحب خانوں
 کی طرح نہ تھے جو محنت و سرگرمیوں کے مرکز تھے۔ ان میں عام اساتذہ
 سوئی تھیں۔ چودھویں صدی کے ایک مشرقی مورخ نے مسیحی پیغام کا جو
 نقشہ چسپا ہے وہ تمام الناس کے لئے ایک بدعت ہے۔

وہ چینی گزروں و اطاعت و فرمانبرداری کے جوئے میں جوتیں اور روز
 دھا، شنب دیداری میں مصروف رہیں اور مقربہ روزوں اور پاک تیواروں کے
 تیار ہیں قرسم کے طہام سے پرہیز کریں۔ مسیحی مذہب کے متعلق یہ بیان بے مدعا محض ہے۔

ٹرانس اوکسانیا (TRANSOXANIA)

’ملک چین میں جب ایسے حالات پیدا ہو رہے تھے تو ٹرانس اوکسانیا

میں معاملہ کچھ اور صورت اختیار کر رہا تھا۔ یہ ملک دریائے لوکس کے شمال میں واقع ہے اور یہ دریا شمال مغرب کی سمت میں بہتا ہے اور گوہ ہندو کش سے نکل کر بحر الہند میں جا گرتا ہے۔ یہ بہت الگ تھلگ اور گنجان ملک ہے۔ وہاں کی کلیسیا میں سرو کے میٹر وپاٹیشن کے زیرِ اہتمام تھیں۔ مرد اور کسٹس کے جنوب میں بغداد اور لاہور کے مرکز میں ایک فہر ہے جو ان مقامات سے کچھ شمال کی طرف واقع ہے۔ یہ مقام نسٹوری علم و ہنر کے تین نامور مراکز ہیں سے ایک تھا۔ دیگر دو مراکز میں ایک نسی تہن جو جدید نوکل کے شمال میں واقع ہے اور دوسرا جینا تہر ہے جو جدید بصرہ کے شمال میں واقع ہے۔ آٹھویں صدی میں ان تہنوں سے مسلمانوں نے کل فلسفہ اور مائنس کے علوم نسٹوری لوگوں سے حاصل کئے تھے۔ جرودہ انہیں سکھا سکتے تھے۔ کلیسیا ابھی تک شمال کی سمت میں پھیل رہی تھی۔ تین تہنیں سیلوسیہ استغفار کا تھیلکس تھا۔ ۱۸۰۰ء میں دہلی میں مسلمان قسطنطنیہ پر قبضہ جانے میں ناکامیاب ہوئے (۱۸۰۰ء) (۱۸۰۰ء)۔ رقترانہ ہے کہ اس نے شمال کی طرف گئے تھیں کے لئے ایک نیا میٹر وپاٹیشن تقدیس کیا ہے اور وہ بہت کے لئے بھی ایک میٹر وپاٹیشن تقدیس کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگلی صدی میں یعنی نویں صدی میں اسلام کی قوت ان ممالک میں بڑھتی رہی اور مسیحی لوگ مغرب ہوتے گئے۔ مسلمان جو پہلے شاگرد تھے اب استاد بن چکے تھے اور انہوں نے چھ صدیوں تک اس علم کا تحفظ کیا جو اس درمیانی عرصہ میں معدوم ہو چکا تھا۔

کریت قوم (THE KERAITS)

گیارہویں صدی کے شروع میں، تقریباً ۱۰۰۰ء میں، سرو کے میٹر وپاٹیشن

نے سیلویا استیخان کے کھینٹا کس کو کریت کی چند اقوام کی اولاد کے لئے تھا۔
 یہ قومیں پھیل چکیں (LAKE BAIKAL) کے کناروں پر بہت دور ملکوں
 کے مقامات پر مقیم ہیں۔ ان کرتوبوں نے نہایت کاحوال اور دھند گرد بن
 کرنے والے سوداگروں کی قربانی مناٹھا اور انہوں نے مرہ کے نیچے انہیں
 کو استادوں کے لئے درخواست کی تھی۔ اس قسم کے عام لوگوں نے اس
 میں رہتے تھے اور وہ پھیل اور منبروں کے بغیر اپنے دھند اور لوٹتے
 گزارہ کرتے تھے۔ یہی وہ پالیٹن کے سامنے ان لوگوں کے متعلق بہت مشہور پوچھا
 جو یہ تھا کہ یہ لوگ روزہ کیسے رکھ سکتے ہیں کھینٹا کس نے وہاں کہ دیوں
 کے نام روزہ رکھنے کی ہدایات روزہ کیسے رکھیں۔ اور ایک پرست اور ایک
 ڈاکٹر کو بھی روانہ کیا کہ وہ ان لوگوں کو تعلیم دے اور پیسہ بھی مانگتے تھے
 انتظار لوگوں کو تعلیم دیتا محض ایک نام نہاد بات تھی چنانچہ ان لوگوں نے یہاں
 زندگی کا احساس پیدا کرتے بغیر اپنے دیئے گئے سمجھانے میں کہ کس طرح ان
 اقوام کی زندگی میں کھینٹا کس نے رہ سکی۔ ہمارے مطالعہ میں یہ بات آتی ہے کہ
 تقریباً ۲۵ سال کے بعد یعنی ۱۸۵۵ء میں بغداد کا جو وزیر مقرر کیا گیا تھا یہ
 کویت بھی تھا۔ پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیحیت کسی نہ کسی صورت میں
 زندہ رہی۔

اہل اسلام اور سحر

ایک عجیب حد تک دیکھا کہ سحر نے فوجی باب میں سحر کے لوگوں نے
 جنوب کی طرف بڑھا شروع کیا اور ان کے یہ دشمن بہت دور گئے تھے جو
 سینوں نے یہاں پر سحر کے متعلق بہت سی باتیں کہیں اور یہاں سے

جواباً ہمارے جوابی صدی میں ساروں کی ساری کلیسیا نہیں بدستور قائم رہیں جس طرح وہ
 ساجو کوں کے حملہ سے قبل تھیں۔ کسی ایسے مسلمان پڑوسیوں کے ساتھ بے تعصب
 معقول اور دوستانہ تعلقات رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ مسلمانوں نے کبھی بھی مسیحی ایمان کے متعلق سماعت کرنے سے انکار نہیں
 کیا۔ بلکہ وہ مسیحیوں اور عام طور پر ملکاوتے بہتے تھے کہ وہ اپنے ایمان
 کی تشریح کریں۔ مسیحی لوگ اگرچہ اپنے ایمان میں یکے تھے تاہم وہ اپنے فرائض سے
 یعنی حکام بقعہ سے دینت نڈہ سے اور انہوں نے ایسے ڈوبوک اور غیر
 یقینی طور سے اپنے ایمان کی کوئی دسی کہ ان کے داخل سامعین کے دلوں میں
 نفرت پیدا کرنے کا موجب ٹھہرے۔ ڈاکٹر ایلی بروٹن صاحب اس
 موضوع پر لکھتے ہیں کہ۔

یہ مسلمان ہی خود بخود بحث و مباحثہ کے موضوعات کا انتخاب کرتا تھا۔
 مسیحی اس کے اثبات سے اثر پذیر ہو کر حالت نرم میں آگئے تھے اور یوں ہمیں
 نے اپنے مخالفین کو اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ میدان مناظرہ میں
 پیدا قدم اٹھائیں۔ ان کے لئے بجا ہوتا کہ وہ خود تمت و استقلال سے ان پر وار
 کر کے انہیں متاثر کرتے وہ انہیں انجیل کا پیغام دیتے۔ عام طور پر ہمارا مشاہدہ
 ہے کہ مسیحی لوگ ایسی دلائل استعمال کرتے ہیں جن کا معترضی ہر مسلمانوں کی تردید
 کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ محض ناخوشگوار اتفاق سے اپنا پیر چھڑانا چاہتے ہیں۔

(انٹروڈکشن پیمپس آف کرسچینٹیٹی ان دی وائسٹ)
 ان مناظرہ میں وہ دلائل جس میں لوگ استعمال کرتے تھے تاہم
 سے متن سے اسٹیکلک ہوتا تھا۔ وہیں درست اقتباسات کے طور پر
 استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ ان حقائق کو ثابت نہیں کرتے تھے جن کے لئے

آئیں استعمال کیا جاتا تھا کہ اب مقدمہ میں باقی ایسے ملک میں استعمال کیا جا سکتا ہے جس سے چھائی زیادہ عام فہم ہو نہ سکے۔ کچھ زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ ہمارے خداوندیشور مسیح نے یہ نکتہ فریسیوں پر ایک جٹ میں ثابت کیا تھا اس کا ذکر ہم قس اب بارہ میں مطالعہ کرتے ہیں۔ دراصل جتسین دلائی وہ جٹ ہیں جن کو زندگی میں مل جا رہا تھا یا چائے۔ مسیحی دلائی اسلام کو اپنی زبان کے تعلق یقین دلائے ہیں، اس لئے ناکامیاب رہے کیونکہ انہوں نے درحقیقت کبھی بھی کامیاب ہونے کی سعی نہیں کی تھی۔ ہم بھی بعض اوقات انہی کی طرح عام کشن حالات میں ناکامیاب ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کس قدر تعلق رکھا تھا

مسی کو اسی دی اور مسیحی زندگی کا ایک مسیحا قائم کیا

تیسری صدی میں ہیکسٹس (UXUS) کی دوسری جانب سے دشمنوں نے ایک تازہ حملہ کیا۔ چنگیز خان مغل نے دریا کو عبور کیا۔ اس کے رٹکے نے سب پر قابض کر لیا اور جو جہا کو فتح کیا۔ دوسرے خان نے ان فتوحات کو آؤ بھی آگے تک بڑھا دیا۔ اس کے بعد دو جہاں آئے پہلا جہاں مشرق وسطیٰ اور مغرب تھا جہاں تھا جو مشرق کی سمت میں بڑھتا گیا اور چین میں منگو یہ خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان کی صحن حیات میں سیکیوں کو چین میں رہنے کی اجازت تھی لیکن جب ۱۲۶۸ء میں اس خاندان پر زوال آیا تو کلیسیا پر بھی اس کے ساتھ ساتھ زوال آگیا۔

دوسرا خان

دوسرے خان جہاں تھا تھا تقیم رہا اور اس کے خاندان کا ایک اور فرد اس کا بانی بن گیا۔ اس کی حکومت بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس نے

۱۲۵۵ء میں بغداد پر قبضہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خان حسن کا نام تھا جس نے
 تھا ایک وقت پر مشرف پرستی کا مکتبی تھا تبشہ لیکر مسیحی گورنر اس کے
 بادشاہوں کی معجزات کرنے سے بند کر دیں اور وہ بت پرستوں پر اس طرح حملہ
 برپا کیا کہ ان کے پاس کوئی قوت نہ رہے کہ وہ ان کی موجودگی میں بت پرستی
 کے کام نہ سکیں۔

(ماخوذ از مہر و نیرایکلیس آف کریمینیٹن ان ای بیٹ صفحہ ۱۵۳)
 معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بادشاہ خان صاحب پرستی و اسلام کا قبولیت
 کے سلسلہ میں شش و پنج کی حالت میں تھے۔ وہ اس چیز کا جائزہ لینا چاہتے
 تھے کہ ایک دیر انسان کے لئے کونسا مذہب بہتر ہو سکتا ہے۔ ملکہ کو خان کے
 باب بغداد پر قبضہ کیا تو اس نے مسیحیوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کو بہ عزت
 دینا۔ انہیں بھیج دیں جس طرح وہ خود کوئی یشتوں سے بے عزت ہوتے
 رہتے اور تکلیف دہتے۔ بہت سے مسیحیوں نے بعد شوق اس سرتو سے فائدہ
 اٹھایا۔ بعد ازاں ان شاموں نے اپنے حکمت و دھارے میں پریشان کاریب کی
 شریک نکال گئی۔ وہ مسلمانوں سے کسی قدر متاثر تھے اور مسیحیوں کو بد سمجھتے
 تھے۔ لیکن جب انہوں نے حکم کیا کہ ان تمام کی طرف بڑھنا دیں گے
 فرما۔ مسلمانوں نے روک دیا۔ ان کے دلوں میں اس قدر ہمت و احترام
 پیدا ہو گیا۔ کہ انہیں جنگوں کے ذلیل و خوار بننے سے عزت و شرم کو
 مناد ہو گیا۔ ان کے دلوں میں مسیحیوں کے لئے پیدا ہو چکی تھی عوام نے
 بھی اس کی شہید مخالفت کی اور حاکم الوقت خان کو داد دی کہ وہ انہیں
 اس حالت میں نہ رہنے دے۔ یہ پوری جزیرہ میں سنا۔ میں بخیر اراں میں دیکھی

ان واقعات کے بعد اسلام فقہریاب رہا اور مشرقی کلیسیائی نے مکمل حصہ
کی وحدت میں قائم رہیں۔ چھٹس آرمینین ماسوری اہل سینا اور سیرین کلیسیاؤں
پر مشتمل تھے۔

”انجیل مقدس محبت کے لئے بھارتی ہے۔ محبت میں ایمانداروں کو
قریب و بعید دوست و دشمن سب شامل ہیں۔“
(بشپ آف لسی برس ۱۲۵۶ء)

چودھواں باب

مغربی اصلاح دین

زمانہ اصلاح سے قبل:-

مغرب میں بڑھتے وقت اگیا تھا جب کلیسیا اور حکومت کے باہمی
اور ان دونوں کے ساتھ ایک سبھی کے تعلقات کو قائم کرنے کے لئے ایک
سراہدہ کی ضرورت لاحق تھی۔ مشرقی کلیسیا نے کبھی بھی ان حکومتوں کے
ساتھ جہاں وہ پائی جاتی تھیں کوئی خاص تعلق پیدا کرنے کی کوشش نہیں
کی تھی۔ اس بات تعلق محض افراد ہی سے رہا۔ اس نے حکومت سے قطع تعلق ہی

رکھا۔ مشرق کلیسیا اس بات سے مطمئن ہیں کہ حکومت کو اجازت دے کہ
 کلیسیا کے تمام نیونی معاملات پر اختیار رکھے۔ صرف مغرب ہی میں کلیسیا نے
 حکومت پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی اور اپنی خلیفہ کے باعث اس کے
 جواب میں حکومت سے اثر پذیر ہوئی۔ مشرق و مغرب کی کلیسیاؤں کی حکومت
 کے اثر سے تعلقات چوتھی صدی میں شروع ہوئے۔ جب کلیسیا اور حکومت
 نے مل کر کالستانتائن کے مابین عاطفیت کو قبول کیا۔ اس معاملہ نے کس
 نہ ایک نیا پیش بدلا تھا جب پوپ نے شام کی یمن کی رسم تاج پوشی ادا کی اور
 دونوں نے یورپ کو مذہب بنانے کے لئے ایک دوسرے کی امداد کا اعلان
 کیا۔ سات صدیوں سے نانہ غرمہ کے بعد پوپ اور شہنشاہ نے قوت حاصل
 کرنے کے لئے بے حد جدوجہد کی اور مقابلہ کیا۔ یہ جدوجہد ان دونوں کے اس
 متحدہ عمل سے زیادہ نمایاں طور سے نظر آتی ہے جو بدستور جاری تھا۔ اس متحدہ
 عمل سے کسی حد تک اس کے بنیادی خیال کو عملی جامہ پہنایا جا چکا تھا۔ ذہنی
 زندگی اور کلیسیائی زندگی کو کسی قدر ایک واحد حقیقت تسلیم کیا جا چکا تھا۔
 قرون وسطی کے ہنگامہ واضطراب سے یورپ کی اقوام نکل چکی تھیں اور اپنے آپ کے
 مسیحی کتنے تھیں مگر عام طور سے مسیحی تعلیم کے بالکل خلاف عمل کرتی تھیں۔
 اگرچہ رینے سین (تقریر الفافہ) کا زمانہ جدید تعلیمات اور جدید روشنی کا وقت
 تھا تاہم یہ وقت طوفان و متحان کا وقت بھی تھا۔ ہر ایک چیز کے متعلق ہمسایہ
 کی جانی تھی اور اسے پرکھا جاتا تھا۔ چاروں طرف جدید علم و ہنر پھیل چکا تھا اور
 نئے نئے خیالات عام سکوت سے بیدار ہوئے تھے اور وہ قدیم ناقابل اطمینان
 معاہدے جو کلیسیا و حکومت کے مابین تھے ٹوٹ گئے تھے۔

پاپائے اعظم کا مطالعہ زبرد

وہ چیز جس نے حالات کو اور بگاڑ دیا ان لوگوں کی بدکرداریاں تھیں جو
 اختیار و اقتدار کی گدھی پر بیٹھے تھے خصوصاً پوپ۔ مسیحیان کی زندگیوں، ان کی
 دنیوی ترقی کے لئے ہر مصلحت، ان کا رُخ فرار اور ان کی سائرانہ حسیات نیک و بد
 کی خطرناک اوقات سے دوچار ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ تو وہ ان خطرات میں سے
 نکل جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اگرچہ خطرات کی منزلی سے بچنے کی سعی میں جان و تن
 بھنی کیوں نہ ہو جائیں وہ ان لوگوں کے لئے مانتہ نہایت کر دیتے ہیں جن کے بعد
 آتے ہیں۔ لیکن بدکردار لوگ اگرچہ فی الحال فتحیاب کیوں نہ نظر آئیں وہ اپنی موت
 کے بعد مصیبتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ رینیسنس (RENAISSANCE) کی تحریک
 کے فائدوں کا وسیع محل و مکتب اس زمانہ کے صوبہ سے ماہر اور جلیل القدر
 نقاشوں کے ہاتھ سے سجایا گیا تھا۔ انہوں نے قدیم مجسموں کو جس کیجا جوا بھی
 ایک روم کے حسن و جمال کی ایک تصویر ہے۔ آج کے دن تک ان کا سب خانہ
 دنیا کے بہترین تہ خانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کا دوبارہ شہر ہی بے حد
 عظیم انسان تھا اور وہ یورپ کی ہر ایک حکومت سے سائبرانہ کرتے تھے۔
 ان تمام اخراجات کو پورا کرنے کے لئے انہیں ماں و والد کی مروت رستی تھی
 اور وہ اس رقم کو ہر ایک طریقہ سے جو وہ سوچ سکتے تھے، پیدا کرتے تھے۔
 روپیہ کے مسلسل مطالبہ کے خلاف، جو پاپائے روم کی طرف سے کیا
 جاتا تھا، تمام یورپ میں ایک زبردست شور و غل پیدا ہوا۔ زمانہ قدیم کے
 بعض پوپ مسیحیان بھی بد اخلاق نہ نہ گئیاں بسر کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام
 کا اخلاقی جذبہ ان کے خلاف بھرپور کھڑا ہوا۔ ان میں ایک پوپ نے جس کا نام

لیو دوم (Lec II) تھا، روم میں سینٹ پیٹرس کے گرجے کو تعمیر کیا جو پینٹ
 مسیحیت کے عظیم ترین گرجوں میں سے ایک گرجا ہے۔ ایک طریق جس سے
 اس کام کے لئے مدد پیدا کی گئی تھی، عموماً گناہ کی فروخت کا نظام و تمام تھا۔
 اس سے نیک لوگوں کے دل میں نفرت پیدا ہو گئی کیونکہ ۱۵۱۷ء میں یہ سائنس
 پوپ کے صددہ داریوں کے ذریعہ جرمنی میں فروخت کی گئیں۔

مارٹن لوتھر ۱۴۸۳ء - ۱۵۴۶ء

ان لوگوں میں سے جنہوں نے بڑے زور و شور کے ساتھ اس بدکرداری
 کے خلاف احتجاج کیا ایک جرمن راہب تھا جس کا نام مارٹن لوتھر تھا (۱۴۸۳ء -
 ۱۵۴۶ء) اس نے اپنے خیالات کا اظہار ایسے زبردست طریق سے کیا کہ
 پوپ نے اسے حکم دیا کہ جسے "کی" کہتے ہیں۔ "نقطہ" کا مطلب ہے (جسے)
 کہ وہ خاموشی اختیار کرے۔ لوتھر نے اس حکم کو ۱۵۲۰ء میں علانیہ طور سے
 نبھایا۔ اس کا یہ فعل پراسٹنٹ صلیب دین کی ابتدا تصور کیا جاتا ہے۔

ان پیام میں بددینی چند یہ عقول پر مشتمل تھا جو سب کی سب ایک شمشاد
 کے زیرِ بغیر رہ گئے۔ ان پر اس قدر اثر ہوا کہ ان کے لئے وہ سب کے خلاف
 لوتھر کا ساتھ دینا تھا۔ دوسری طرف چپ کا ساتھ دینا اور ان میں شامشاہ
 بھی شامل تھا۔ اس زمانہ سے جو جدید عقائد کسی قدر مذہبی و سیاسی
 تقابلاً یعنی توازن میں آئے، ان کے بارے میں پوپ میں پھیل گئی اور بہت
 سے ملک پوپ و رومی کلیسیا سے علیحدہ ہو گئے۔ بہت سے حالات میں
 انہوں نے شمشاد سے ہم آہنگی کے تعلقات منقطع کر دیے۔ جنہوں نے روم سے
 اپنی شرکت برقرار رکھی۔ ان کے ساتھ بلاتقدیر لوگ بھی تھے لیکن انہوں

نے ایک نئی تنظیم کا اہتمام کیا۔ انگلستان میں بشپ صاحبان اس بغاوت میں شامل ہو گئے، اس لئے کہ کلیسیا سے انگلستان ایک مستقل کلیسیا بن گیا۔ کوئٹہ کے علاوہ دیگر پندرہ سو سے زائد جگہوں پر بھی ایسے جیسے جیسے کلیسیاں بن گئیں۔ اور کوئٹہ کی جگہ ایک سو تیس تھی۔ اور کافرستان۔ ریفارم کلیسیاؤں میں سے پریسبیٹیرین کلیسیا میں پیدا ہوئیں۔ یہ کام خاص طور پر ملک اسکاٹ لینڈ میں ہوا۔

مذہبی لڑائیاں (THE WARS OF RELEGION)

ان جنگوں سے انہوں نے ایک دور پیدا کیا اور جنگ و جدل کی شمیر بڑھنے لگی۔ ان مذہبی لڑائیوں کا احوال مسیحی تاریخ کلیسیا میں اکثر شریک ملاحظہ ہے۔ رجب و شہر کی ہفت و استقلال کی داو دیتے ہیں تو میں اس بات کا اقبال کر کے انہوں کو اپنا بیٹے کہ وہ لوگ جنہوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں انہوں نے اس کمزور کام کو خداوند یسوع مسیح کے نام سے کیا تھا۔ دودھ انہیں میں افسوس کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے انہیں میں موت دے دی تو انہیں رحم نہ ملے گا۔ یہ سب ہم اس دور کی جنگوں کو مذہبی جنگوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ جنگیں دراصل ایسی جنگیں تھیں جن سے مغرب کی جدید قوم نے اپنے آپ کو مستقل طور سے قائم کیا۔ وہ قدیم معاہدوں سے ملتا جلتا ہے اور اپنے مذہبی نظریات کو زیادہ تر سیاسی غرض و مقاصد کے لیے منتخب کیا۔ مثالی افراد تعزیراً سب کی سب پر اسنت برائیں۔ بشپوں کو ان کے کچھ پس و پیش کے بعد مذہب کی اطاعت قبول کرنا۔ انگلستان کے لوگ ان سنتوں میں چلے گئے۔ بعض نے یہ تنظیم کے عقیدہ کی طرح مستقل تنظیم کو یاد کیا اور اپنے آپ کو مختلف پراپرٹس جماعتوں میں منظم کیا۔ بعض نے اپنے روم کے اقتدار کو بحال کر لیا۔ لکھا اور روم کی شریکیت میں قائم رہے۔ بشپ صاحبان اور کلیسیا کے

سب سے مقدم لوگوں نے پاپائے روم کے اقتدار اعلیٰ کو تو شکرا دیا لیکن غزوں نے مستقل حکومت کو نہ چھوڑا اور اس کے ساتھ "تقدیس بوشیا اباوا" کے مشر کو قبول کر لیا تاہم وہ ایک وقت پر ڈسٹنٹ اور کیتھولک بننے کے بعد جو ملکیں۔ اس وقت سے یہی چیز کلیسیا نے انگلستان کی اور کچھ حصہ سے انگلستانی شرکت کی خصوصیت۔ موجودہ زمانے میں جبکہ ایک واحد کلیسیا کا تصور ہر ایک مسیحی فرقہ میں مسیحیوں کی فرمانبرداری کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے۔ موجودہ حالات میں لفظ کیتھولک سے خلوت پسندی کا مفہوم غائب ہو رہا ہے متعدد کلیسیا میں جو متحد ہیں یا اٹھارویں صدی میں اس لفظ کو ختم اور تعصب کی وجہ سے استعمال میں نہیں لائی تھیں اب اسی لفظ کی مدد ہیں۔

سکاچ پریمیٹین اس خیال کے قائل ہیں کہ انہوں نے اپنے بنیادی تعلق کو اصلاح دین سے قبل کی کلیسیا سے برقرار رکھا ہے، نیز کہ وہ بشپوں اور پریسبیٹریڈ یا پریسبیٹوں کے مابین کی امتیاز کو تسلیم نہیں کرتے۔ سویڈن کی کلیسیا نے بھی اپنے تعلق کو برقرار رکھا ہے۔ یہاں کی کلیسیا کے بشپوں نے کلیسیائے انگلستان کی طرح، اصلاح دین کو قبول کر لیا ہے۔

سواہویں اور سترویں صدی کی جنگیں :-

ان جنگوں کے وہ سلسلے تھے۔ پہلے سلسلے کا تعلق سولہویں صدی سے ہے۔ جب وہ سلطنت جس کا پہلا بادشاہ شاہلی میں تھا، اعلیٰ مقامات میں تباہ و برباد ہوئی تو اس کی سلطنت کا کثیر حصہ اس سے علیحدہ ہو گیا، اگرچہ آسٹریا کے فرطزوا نے تاہم شاہ شاہ کے لقب کو اپنا نام سے نہ جانے دیا۔ دوسرا سلسلہ سترہویں صدی کا ہے جو تین سالوں کی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ زیادہ تر

سیاسی تھے اور ان کا مذہبی رنگ اڑ چکا تھا۔ آخر کار ان کا خاتمہ ہو گیا اور وطن میں سے ایک بھی فتویٰ نہ ہوا اور کلیسیا کے کٹر سے کٹر مخالف اور وہ بے حد ناقصانہ کے درجہ تک پہنچ گئی۔ طرفین نے اس بات کو ذہن نشین کر لیا کہ چاہے انہیں یہ بات پسند آئے یا نہ آئے انہیں ہمسائے بن کر رہنا ہوتا تھا اور ایک دوسرے کی برداشت کرنا ہوتا۔ مذہبی اتحاد کبھی بھی سیاسی حکم سے نہ سر نہ پیدا نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب مقدس کا ترجمہ

پرخاش اور انتشار کے ان منظر سے ایک نیا نقطہ نظر نمودار ہوا۔ یہ اعلان دین کا ایک عظیم انسان کام تھا کہ کتاب مقدس کا ترجمہ یورپ کی تمام زبانوں میں کیا گیا۔ ان تراجم میں پہلا ترجمہ فرانسیسی کے قلم سے ہوا جبکہ وہ اپنے دستوں میں سے ایک کے محل میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے کتاب مقدس کا جرمنی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی تک رائج ہے۔ فرانکلین نے پہلے جدید کا ترجمہ کیا اور بعد میں پوری کتاب مقدس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ تین تراجم سو سو صدی میں کئے گئے۔ ایک اور ترجمہ سترہویں صدی میں ہوا جو اب تک مستعمل ہے۔ دیگر تراجم دیگر ممالک میں کئے گئے۔ پراسٹیسٹنٹ کلیسیاؤں کا خاص کام کتاب مقدس کا مطالعہ کرنا اور اس کی تفہیم حاصل کرنا تھا۔ جن ممالک میں یہ کام کیا گیا وہ اس کتاب مقدس نے مطالعہ کا بے حد اثر ہوا۔ رومی کلیسیا نے بھی کتاب مقدس کا لاطینی سے انگریزی میں ترجمہ کیا لیکن انہوں نے شرکار کلیسیا پر اس کے مطالعہ کا اتنا زور نہیں دیا جتنا کہ پراسٹیسٹنٹ کلیسیاؤں نے دیا تھا۔

ایراکس (ERASMAS 1466-1536)

اس دور کا ایک درمختصر نشان کام یہ تھا کہ کتاب مقدس کا مطالعہ اہل زبانوں میں از سر نو جاری کیا گیا۔ متعدد علماء نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ان علماء میں ایراسم بھی ایک درخشاں ستارہ تھا (۱۴۶۶-۱۵۳۶ء)۔ ۱۵۱۶ء میں اس نے یونانی عہد جدید کی ایک جدید ایڈیشن کو طبع کیا جو اس زمانے کا ایک بہترین تحفہ تھا۔ ہسپانیہ کے دشمن گیتھک لوگوں نے بھی ایک ترجمہ شائع کیا لیکن یہ ترجمہ ہرولمزینہ میرکا۔ ان علماء نے اس نام کام کو اپنے اہل حقوں میں لیا جسے اور یکن نے تیرہ سو سال قبل اُدھورا چھوڑ دیا تھا (ملاحظہ ہو باب دوم)۔

دوم :-

اصلاح دین کا اثر رومی کلیسیا کے اندر اور باہر دونوں مقامات پر پڑا۔ رومی دربار میں ایک زبردست اصلاح ہوئی اور اس وقت سے یہیں ایسے پوپ صاحبان نظر آتے ہیں جن کے اعلیٰ کردار اور پاک زندگیاں تھیں۔ جزویت (JESUIT) پادریوں کا حلقہ بھی غرض سے قائم کیا گیا تھا کہ اس کے وسیلے پر اسٹنٹ لوگوں کو رومی کلیسیا میں واپس لایا جائے۔ بعض ممالک میں خاص طور پر فرانس اور ہسپانیہ میں جزویت حلقہ کو کامیابی ہوئی اور اطالیہ میں بھی اسے کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی۔

کونسل آف ٹرنٹ (THE COUNCIL OF TRENT)

ایک عظیم الشان کونسل بمقام ٹرنٹ منعقد ہوئی تاکہ ان اصطلاحات کو

میں جا رہے ہیں۔ کونسل نے زیر بحث نکات کے متعلق عقیدہ کی تصریحیں پیش کی۔ یہ جدید کلیسیا روم کے دستور العمل کی ابتدا ہے۔ کلیسیا کی ترقی کے لئے امداد کی اشد ضرورت تھی اگر کلیسیا جموں و ہند سے اپنی ذمہ داری کا برہنہ اٹھانے کے لئے زیادہ ایماندار، مرقی تر، و برکات بر اعطالیہ و ہن پنے برادران تھی بیکسی نقصان کے، اس نکات متنبہ تھے۔ تاہم حالات میں بھی کلیسیا کو نئی سچائی کی برکت کی گئی خصوصاً سچائی کا وہ چشمہ جو آئینہ وسطی صدی کا گویا تھا اب کتاب مقدس کے زیر نظر مطالعہ سے پھر نکلا۔ وہ اہم سبق جو مسیحین نے دیا عالم کو باوجود ۱۵۰۰ سال کا کہ ہمیشہ کی زندگی اس پر چیز نہیں ہے کیا بنا سکتا ہے بلکہ یہ مخلص کی بخشش ہمارے خداوند مسیح میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ (رومیوں ۶: ۲۳)

ان مسیحی لوگوں کے گناہ نے جو اقتدار و تیاری کی گدیوں پر بیٹھے تھے ان برکات کے ساتھ ساتھ تقسیم کلیسیا کا میاہ بھوت بھی دکھایا۔ مغربی کلیسیا اس طوفانی دور سے متاثر ہو کر ایک منقسمہ حالت میں ظاہر ہوئی۔ ہمیں اس مقام پر چمک کر کھڑے ہونا چاہیے اور ان کے مابین کئی فاصلہ قائم نہیں کر سکتا۔ آئیے خدا میری مدد فرمائیں۔

یہ نفاذ مارٹن لوتھر سے منسوب ہیں۔

۱۰. میری آرزو ہے کہ کمزور ترین عورت بھی انجیل مقدس کا مطالعہ کرے۔ اُسے چاہیے کہ مقدس پطرس کے خطوط کا مطالعہ کرے۔ کلاش کہ یہ خطوط دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہوتے تاکہ ان کا مطالعہ اور ان کی تفہیم نہ صرف مسیحی لیڈر اور آئینہ کے باشندے ہی حاصل کرتے بلکہ ترکستان اور عربستان کے لوگوں کے مطالعہ سے مستفید ہوتے۔ کلاش کہ ان زبانوں کے ترجمے

ہیچے پہلے ان کے حوصص کو گانا کر اپنے آپ کو خوش کرے اور جہلاط ان کی
گنگناہٹ کو اپنی نلی کی آواز کے ساتھ ملائے اور مسافر اپنے سفر کے شروع میں
ان کہانیوں سے اپنے دل کو بہلائے (ایرا سمس)

پندرہواں باب

مشرقی بیداری

سولہویں صدی سے قبل کی مشینیں۔

مغرب کی بشارت کا کام، جیسے ہم ساتویں باب میں دیکھ چکے ہیں اندازاً
دسویں صدی میں پورا ہو گیا لیکن ایشیا کی بشارت کا کام تاہنوز گہرا
صدی میں نستوری لوگ چل رہے تھے، اگرچہ یہ کام مردہ ولی سے کیا بار
تھا۔ اس عہد میں اور اگلی دو صدیوں میں مغرب عیسائی فوجیں عیسائی جنگوں میں
تہ ف جہد ہی نہیں۔ بشارت کی نقطہ نظر سے عیسائی جنگیں ناقابل یابی سے بھی بدتر
جینے کی ہیں۔ لیکن اس دور میں ہی سچے مشنریوں کا سلسلہ جاری۔ لافرنس
آئن سٹائن نے سرزمین مصر کی طرف ایک بشارت کی حفر کیا اور سلطان مصر کو
انجیل کا پیغام دیا اور دوبارہ اپنا کلمہ سننے کے لئے واپس آگیا۔ اس کے
راہی حلقہ کا ایک شریک تھا جس کا نام رائمن لول (RAIMAN LULL) تھا

میں نے سیٹی جٹوں کی ناکامیابی کو تسلیم کرتے ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اہل اسلام
میں دشمنی کام کی ہیت کو محسوس کیا اور میں کام پیشے اپنی زندگی پیش کر دی۔
میں نے اپنی مشن کے مقصد کو پورا کرنے کی غرض سے شمالی افریقہ کی طرف بھی
سفر کئے اور اپنے ملک میں کلیسیائی کام پر توجہ دیا۔ اُس نے کلیسیا کو آباد کیا
چند مزید سیٹیوں میں مشرقی زبانوں کے مطالعہ کا اہتمام کریں۔

تیرہویں اور چودھویں صدیوں میں فرانسسکن مشنری مقام ایشیا میں
گئے۔ بعد ازاں فرانسیسی اور خاتون نے اُن کا خیر مقدم کیا اور دیکھتے
کہ بعد دیکھ چکے ہیں کہ وہ بڑی جیتی سے ان کی طرف متوجہ ہوتے اگر اُن کے
دل میں صلیبی مہم سے نفرت نہ ہوگی

ایک مفسر نے سسکائی مشنری بنام جان ڈی کارونیر (JOHN DE
CORVIER) کے بارے میں ۱۲۹۵ء سے ۱۳۳۰ء تک کام کرتا رہا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب مذکورہ
قانون نے مسیحیوں کی حفاظت کی۔

سولہویں صدی :-

جب ہسپانوی لوگ مغرب کی طرف رخ کرے اور ہندوستانی لوگ مشرق کی طرف
تجارت یا سلطنت کی تلاش میں پل بکھلتے تو انہوں نے اس امر کو تسلیم کیا کہ وہ
ممالک جو انہوں نے فتح کئے ہیں یا وہ ممالک جن کے ساتھ وہ جانتے کرتے ہیں
انہیں کلیسیا کی خدمت آجانی چاہیے۔ وہ پریسٹیج اور مہموں کو اپنے ہمراہ
سے لے کر وہ ہندوستان کی طرف گئے۔ ان میں بعض عوام کی نگاہوں سے
کوئی سہارا نہ ملا اور ان سے کچھ سی متعلقہ نہیں باقی کے لوگ تھکے ہوئے
ملک مراکش ہسپانیہ کے غریبوں نے ان کے باشندوں سے ہر نام نہاد سکوا

کیا۔ انہیں غلام بنائے گئے تھے۔ کلام پر لگا دیا۔ ایک ہسپانوی ڈومینیکن سب
 غلام اس کا شمس نے اس بدکاری کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ پنی پنی
 عوام الناس کی امداد و بہود میں صرف کی تاکہ وہ انہیں اپنے بھوٹنوں کے
 ہاتھوں سے خلاصی دلائے۔ رجزوئیٹ (JESUITS) بھی ان کی امداد میں
 کوشاں رہے اور انہیں کیتوں میں جمع کر کے تعلیم دیتے تھے۔ مشرق میں انہیں
 نے جو ایک امیر زادہ تھا اور رجزوئیٹ راہب تھا عرصہ دس سال تک رہا
 سے ۱۵۵۵ء تک خدمت کرتا رہا وہ ہندوستان، ملاکس اور جاپان میں
 گیا اور چین میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوا فوت ہو گیا۔

مالا بار :-

ہندوستان میں رومی مشنریوں کو موقع ہاتھ لگا کر وہ بشارت کی بجائے
 خدمت کرے جیب پر تھکال روگ گویں گے تو انہیں سریانی مسیحی سے جہنم دیکھ
 کر وہ حیران و سرسبز بھی ہوئے اور خوش بھی ہوئے۔ یورپ کی کلیسیا میں کئی
 صدیوں سے ان کے وجود سے لاعلم تھیں۔ لیکن ان کی خوشی کا فور ہو گئی جیب
 انہیں یہ معلوم ہوا کہ ان میں اور سریانی لوگوں میں سے جدا ہونے والے ہیں۔ ان
 کے پادری شادی شدہ تھے۔ ان کی رسوم رومی لوگوں سے فرق تھیں، اور
 وہ پوپ کے تقاضا علیٰ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس تفاوت کا غبار پیدا ہوا
 کہ ان کے مابین جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اور آخر کار رومی لوگوں نے وہ غیر فریب
 قوت سے حاصل کر لی جسے وہ انہیں قائل کر کے حاصل نہ کر سکے۔ انہوں نے
 سریانی ریمو کو ترغیب دی کہ وہ روم کو روانہ ہو اور پوپ سے ملاقات
 کر کے ان کے تقاضا علیٰ تسلیم کریں۔ اس سے رومیوں کو بہت فائدہ ہوا۔

سولہویں صدی میں اس کا قائم مقام تھا۔ یہ عیسائیوں کی طرف سے
 ۱۵۱۷ء میں شروع ہوا۔ اس میں سولہویں صدی کے عیسائیوں کی
 انہوں نے یہ تصور بھی وضع کیا تھا کہ عیسائیوں کے پاس ایک
 صاف اور یکساں عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ ایک ممتاز فرقہ ہے۔ ایک آزاد
 کی اور روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ ایک اور عقیدہ کہ اس
 (CALVINISM) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سولہویں اور ستارہویں صدیوں کی رکاوٹیں :-

اصلاح دین کے بعد کافی عرصہ گزر گیا اور کئی بھی تجدید پسند اصلاح
 شدہ عیسائی بنیاد پرستی کے کام کو محسوس نہ کیا۔ ابتدائی مصلحین
 نے مشنری کام کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا۔ درحقیقت فرانسس بیکن (CALVIN)
 نے اس امر کا انکار کیا تھا کہ بشارت ایک فریضہ ہے۔ اس کی توجہ کسی اور کام کی
 طرف مبذول دینے کی بجائے تنازعہ بدلتا پرگن تھی۔ چنانچہ ستارہویں صدی
 کے اختتام تک محض دو عیسائیوں نے مشنری کے کام کو جاری رکھا۔

اس دوران میں تقسیم شدہ عیسائیوں کا ہر ایک حصہ اس باؤسٹ پیسے پیدا ہو
 گیا۔ اپنے اپنے بشارتی فرض کو پورا کرنے میں کوشاں ہو گیا تھا۔ ہر کسی شے کے اجزال
 ملا کر لے کر دیکھ رہے تھے۔ ہرگز دوسرے بڑے کی غایت کا محتاج تھے۔ ہم
 ساتویں باب میں پہلے ہی میں اس کا جائزہ لے چکے ہیں کہ کس طرح مشنری عیسائی
 کی جدوجہد کے علاوہ نسلوری عیسائی ایک زندہ اور قائم رہنے والی عیسائی کو تسمیر
 کرنے میں ناکام یا بے بسی۔ مرنے والے تھے جن پر غور و خوض کرتے رہتے ہیں۔
 اس معاملہ میں قدرتنا کامیاب ثابت ہوئی۔ بعض عیسائیوں میں جو انہوں نے قائم

کی تھیں غائب ہوئی تھیں اور متعدد کلیسیا میں دوبارہ بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ اگرچہ ان کی بت پرستی مسیحی مذہب و رُوح کی کئی گناوری مرید کی خبر سے یا کسی اور مقدس نے ایک مشرب بت پرستی جگہ لے لی ہے اور ان مسیحی خدوہات علمی، بحمد و موم میں بڑھ چکی ہے۔ اس قسم کا کام خاص طور پر پرتولی امریکہ کے چند حصوں میں جڑا ہے جہاں رومی کلیسیا کے مذہب کو بعض اوقات بت پرستی سے تیار کرنا مشکل ہے۔ بت پرستی زمانہ کے مشنری سماجیان روم پرورد کو پست تر دینے سے انتہا روم مندستہ کٹھنوں نے کثیر التعداد لوگوں کو پست تر سے دیا تھا۔ بعض اوقات انہوں نے اس کام کو بہت قصور کی تباہی یا تربیت سے متعلق تھا۔ چنانچہ بعد ازاں ان کے نومرید آزمائش یا اذیت کے مقابلہ میں ناکام رہے۔

جنوبی ہند میں بدو اکثر کے اندر چند مشنریوں سے رہنمائی کی طرح زندگی بسر کرنے کا تجربہ کیا۔ مسیحیت کی علیرہن اور اسے ہندومت کی ایک تکمیل سمجھتے ہوئے یہ پیش کیا۔ انہوں نے بہت زیادہ نومریدوں کو یسوعی دینے لیکن جب ان نومریدوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مسیحیت کا اقتباس کرنے سے انہیں اذیت دی جائے گی تو ان میں سے بہت سے نومرید مسیحیت سے منہ موڑ گئے۔

رومی کلیسیا نے اور بعض اوقات دیگر کلیسیاوں نے بھی عام طور پر رومی بنانے کے لئے صورت کا اثر و سرخ استعمال کیا۔ مثلاً سن ڈیویری نے (FRANCISXVIER) جو کہ ایک غیر جانب دار شخص تھا اور اپنی دنیوی عزت کے لئے غیر طرفدار تھا۔ پرتگال سے برآمد ہو کر لکھا۔

”جب تک واسکوا ڈی گاما اور گونزالز کو راجہ نے خوف سے مجبور نہ

کیا جانے کہ وہ حقیقت کے لو حقیق کو نہیں، یہاں زیادہ اس امر کی توقع نہ لیا
کہ منہ دستا میں انجیل کی بشارت سے کوئی معقول کامیابی پیدا ہوگی یا بہت
سے پیسے جوٹے، کلیسیا کو بھی یہی سیکھنا ہے کہ اس طریق سے خدا کی
بادشاہت نہیں، جیسا کہ خدا یہ مشکل سبق سیکھنا سے نہیں پہنچا ان
لوگوں کے لئے نہیں ہے جو اپنے کام کو ناقص حالت میں چھوڑ دینے میں ناکام
ہو، ان لوگوں کو ملامت کریں جو اس کام میں غلطیاں کرتے ہیں، جو وہی مسئلہ
کی خاص دعوت ان کو منظم میں بنانا ہے۔ منظم شدہ جو یہی صدی میں دیکھنا
نہ (POPA ANDA FIDE) کی مستقل بنیاد پر نام کی کٹی گئی۔ یہ ایک
مروزی جماعت ہے جو اس منظم کا اہتمام کرتی ہے کہ اس میں کلیسیا کی کلیسیاؤں
نے اس قسم کے، سختی دکان کا کام اور عمل قابلیت حاصل نہیں کی۔

انجیلیکیشن مشینیں۔

انگریز کلیسیا جس نے، تقنی حکومت کو قائم رکھا ہے، اس طرح سندھ
کلیسیاؤں میں سے پہل کلیسیا تقنی جس نے مشنری کام کا بیڑا اٹھا یا۔ یہ کام
یہ کام شرکائے کلیسیا کی مدد واری کے لئے کرنا پڑا جو سندھ میں درگاہوں
میں پولیس میں بھاری مدد میں آج کل یہ تاجر جو غیر محالک کو بار سے
نہتے۔ جب یہ کام شروع کیا گیا تو جب یہ تھیں تو بشارت دینے کے کام نہ
ہوئے، یہاں یہ کہ اپنی طرف مبالغہ دل کیا، اس سلسلہ میں اس میں کسی کے اندر
یہ میں جی اور مغرباً نوٹ کے حد میں، اس میں اس میں اس میں اس میں
نے جس کے کام کو یہ مری سلطنت برعظیم اور اس میں اس میں اس میں اس میں
رکھتے۔

دیگر پراسٹنٹ مشنیں :-

چارہویں صدی کے وسط میں ہندوستان کو لٹہ ڈھارک کی مشنوں کی آغوش میں اس وقت تک دھران (LUTHERAN) کاتھولک کنسٹیبلٹس (CONGREGATIONALISTS) بیپٹسٹس (BAPTISTS) پرسیبیٹیرین (PRESBYTERIAN) متھوڈسٹ (METHODISTS) اور بہت سے دیگر لوگوں نے دنیا کے تمام حصوں میں یکے بعد دیگرے مشنیں بھیجیں۔ ہر ایک کلیسیا کی مسنون فرسٹ پرایسٹس، ایسے لوگوں کے نام ہیں جن پر ہم سب فخر کریں گے۔ جیووانٹس نے ریڈ انڈین لوگوں میں ایڈوکیٹس جڈسن (ADAM RAM JUDSON) نے اہل برما میں ولیم کیری (WILLIAM CAREY) نے بنگال میں ڈیوڈ لوینگسٹون (DAVID LIVINGSTONE) نے افریقہ میں جان کولریج پٹنسن (JOHN COLERIDGE PATTERSON) نے بحرہند میں بشارتی کام کیا۔ ان کے علاوہ بے شمار دیگر مجاہدین تھے جن کا بعض ایسا ہی فرسٹ سے نہیں تھا بلکہ وہ کلیسیائے عالمگیر کے شریک تھے۔

”اہم کچھ بھی نہ بہت زیادہ اعتقاد اور نہ ہی بہت زیادہ اُمید رکھ سکتے ہیں“
(ہنری مارٹن - شمالی ہند - انیسویں صدی)

سولہواں باب

مغرب میں مذہبی اور فیاضانہ بیداری

اٹھارہویں صدیء -

جبکہ کلیسیا کا بشارتی کام مشرق اور مغرب میں نئے نئے طریقوں سے وجود میں آ رہا تھا، مغرب کی کلیسیا بے حس کی حالت میں تھی۔ مسیحیت میں جو انقلاب کا اتمام ہوا، مسیحیوں کا زمانہ تھا۔ اس دور میں بہت سے لوگ تھے جو عمل اور پائیدگی کے لحاظ سے بڑے مقدانہ المیزان تھے اور حرام کو تمیز کرتے تھے اور منہ دی کرتے تھے۔ بہت سی عبادتی کتب جو ابھی تک آسمان کی بات تھیں، اس وقت سے پٹی آتی ہیں۔ لیکن اٹھارہویں صدی میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ کلیسیا کی عبادت محض وقت و وقت پر رہ گئی۔ وہ پائیدار شاکستہ کی بجائے کجی ادا کی جاتی تھی اور علم محض ایک خشک استدلال و صورت پر مشتمل کر گیا تھا۔ کلیساؤں کو کوئی حیثیت نہیں دو جاتی تھی۔ اور غرض وہ جہلاء حقاری وہ بھی میں غرق ہو رہے تھے۔ مشنری کام کی تجدید کے سوا جس کا جائزہ ہم پچھلے باب میں لے چکے ہیں، ایسا معدوم وقت تھا کہ مذہبی کلیسیا آخری سانس سے رہی ہے۔ لیکن بے کر کلیسیا زمانہ اسلام کی بڑی جدوجہد و تکلیفات کے بعد شکرت چور ہو گئی تھی۔

ہوت آیا۔ اس کے بعد اسے ایک مقلدِ اسلامی زندگی کا تجربہ حاصل ہوا۔ اس
 نے محسوس کیا کہ اس کی صحیح خدمت کو وہ نہیں سداویں سکتے ہیں کی طاقت
 پادریوں کے تغافل پر ہے۔ اور انہیں اپنی وجہات میں توجہ نہ دینا پڑتا
 تھا۔ زندگی کے ایک لمبے عرصے تک وہ خود سے یہ سوچ کر رہے ہیں کہ
 اگر تیر ستر کرنا، سداوی کرنا، تنبیہ دینا اور سب کو اس کی طرف دینا تھا۔ وہ
 لوگ جنہوں نے اس کی معرفت باقی خدمت سے توجہ دینی اور توجہ پر ایسے
 اشخاص میں تھے جو وہ سروں کی نگاہوں میں بہ حد امکان فتنہ کا رتھم رکھنے جاتے
 تھے لیکن بہت سے وہ دن بھی اس کی وساطت سے نئی ادنیٰ حاصل
 کرنے کے لئے گزارے ہوئے کلیسیا کے رہنما صوبہ سے، غریب پیدا ہوئے۔ جو
 اور ایک خاص بات کے متعلق انہوں نے اس کی سماعت کرنا سے انکار کر
 دیا۔ اس وقت فرماؤ بول میں انگریزی کلیسیا نے بشپوں کی ترقی نہ بہت
 قوی بلین انگلستان کی کلیسیا میں ضرورت کو فہرست کر سکی۔ ویسلی نے پتہ
 امریکہ کے قیام میں اس ہم ضرورت کو محسوس کیا تھا۔ اس نے کوشش کی
 کہ کلیسیائی کامیابی اس معاملے کے متعلق اثر پیدا کرے لیکن اس کام میں
 کامیاب رہا۔ بالآخر جب وہ ان کی سماعت حاصل کرنے میں ناکامیاب
 رہا تو اس نے لوگوں کے تقریر کے کام کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی تاکہ
 وہ تقریر شدہ خدام کی حیثیت میں ملک امریکہ میں جائیں بعد ازاں ہی وہ
 بشپ بن گئے۔ اس وقت کلیسیا کی اصولی بات نہ محض ایک بشپ ہی ایک
 پریسٹ کا تقریر کر سکتا ہے۔ ویسلی نے اس فعل سے انکسار کیا۔ کلیسیا کے
 بنیادی اصول میں سے ایک اصول کو منقطع کر دیا۔ ایک سال کے بعد
 سکاٹ لینڈ کی کلیسیا نے ایک بشپ کی تقدیس کی اور اسے ملک

سے باہر روانہ کیا۔ اگر وہ اس فرض کو ایک سال قبل پورا کر دیتا تو انگلستان کی کلیسیا اور میٹروپولیٹن لوگوں کے مابین جدائی پیدا نہ ہوتی۔ ویسٹیمنسٹر کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا تھا کہ اس نے کسی قسم کی جدائی یا اختلاف پیدا کیا ہے۔ اپنی زندگی کے اختتام پر وہ دعویٰ کرتا رہا کہ وہ کلیسیا سے انگلستان کا ایک شریک ہے۔ لیکن اس کی مجلس کے شرعیہ امور امریکی کلیسیا نے اس بات کو دوسری طرف نشوونما کیا۔ ایک دفعہ پھر کلیسیا میں یہ امناک شکاف پیدا ہو گیا تھا لیکن مزید وہی ورثہ شک زندگی کا دور ختم ہو چکا تھا۔ جان ویسلی ہی اپنے زمانہ کا ایک بدست بشر تھا تاہم وہ بے مدد موثر مقررہ تھا۔ انھارویں صدی کے ان مذہبی بیداری بڑے زور و شور سے شروع ہوئی۔ اس بیداری میں کچھ مرحلہ تک انگلستان نے ایک تمیازی حصہ لیا۔

مذاشری بیداری :-

اس وقت امریکی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں پائی جاتی تھیں وہ یکم جنوری ۱۸۰۰ء کو ۱۴۲۰۰۰۰ نفے تیار ہوئے تھے اور ان میں سے ۱۰۰۰۰۰۰ بزرگ سالہ تھے۔ اس زمانہ کی جیسی عمر نام نہ نہ تھی۔ ان کی عمر تین سے ۱۰ سال تک تھی۔ وہ نہ صرف غلام برائے حق و عدل و انصاف تھے۔ وہیں کو مشنری پیشی کے لئے دیر تک نہیں مل سکتا تھا۔ پرتی - مشنریوں نے وہ ممنوعہ عدم و قیام حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ وہ غلام اور غلامت کی تلخیت میں مبتلا رہتے تھے اور ان سے بھی کچھ دوری یا فاصلے کے بغیر رہ رہ رہ رہ دیا جاتا تھا۔ ان زجرانوں کو جن پر کسی بھی قسم کی معافی کا الزام ہوتا تھا، سخت دل اور بڑے بد معاش اور غلاموں کے ساتھ

جنہوں نے تمام جرائم میں سب کی موتی غمی بند رکھا جاتا تھا۔ ایک شخص بنام جان ہاورڈ (JOHN HOWARD) پر جو کسی سلسلہ میں ایک جیل میں کیا اور اس نے ان مینارک باتوں کو دیکھا جسے حد اثر رہا۔ اس نے اپنی بقیہ زندگی میں ملک میں ادھر ادھر دورے کئے۔ مجسٹریٹوں کو ان مسائل کی طرف متوجہ کیا اور انہیں آمادہ کیا کہ وہ جیلوں کے ان حالات کو درست کریں۔ اس سلسلہ میں اس نے نہ صرف انگلستان کے طول و عرض پر کا دورہ کیا بلکہ وہ دیگر ممالک میں بھی گیا۔ اس کے کوششوں سے جیلوں میں بہت اصلاح و ترمیم کا کام شروع ہو گیا۔ تاہم وہ غربا کے بچوں کے لئے کوئی درست نہ تھے۔ جن جن بچوں کے والدین نیک نہیں تھے وہ مکمل جہالت میں پڑھتے چلے جاتے تھے۔ ان حالات میں غیر سرکاری لوگوں کے ہاں سرسبزیتیں قائم ہو رہی تھیں جو دیہاتوں میں ویرانہ کھول رہی تھیں۔ یہ سب شروع ہوئے تھے اور خواتین نے قرب و جوار میں غربا کے لئے باقاعدہ کار شروع کر دی تھی۔ یہ سرسامتیاں یہاں ہی میں ان کو سمجھاتیں۔ یہ تعلیم دیتیں۔ ان کے ہاں آتی جاتیں۔ عوام کو یہ بات سمجھا گئی کہ اپنے بزرگواروں کو امداد دینا اور ان سب کو ان کی دیکھ بھال کرنا جو منج و نامہ ہیں۔ انہیں اور گناہگاروں کو جانے کا کام کیا مسیحی زندگی کا ایک حصہ ہے۔

بشیوں کی غلامی (N-GRO SLAVERY)

ایک اہم کام جس کو پورا کرنے کے لئے کئی سال گئے غلاموں کی تجارت کا انسداد تھا۔ ملک امریکہ کے بعض حصوں کی توہین فاطمین کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر قریب قریب مغلطہ ہستی سے نابود ہو رہی تھیں۔ اور ان کی جگہ

اسی رقم سے ان لوگوں کے نقصان کو پورا کیا جاسکے۔ دیگر قواعد تھے
آہستہ سے شہر کی پیروی کی اور زمانہ حال میں کوئی ملک بھی غلامی کی بات
نہیں دیتا۔

مسیحیت اور انسانی فدا و بہبود

(CHRISTIANITY & HUMANISM)

نسل انسانی کی امداد کے لئے یہ تحریکات بعض اوقات ایک کلیسے
مذہبی جماعت سے پیدا ہوئیں۔ بعض اوقات یہ کام محض نیکی اور امداد کی
غرض سے کئے جاتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عوام نے یہ کہنا شروع کیا کہ
نیکی و شفقت کے کاموں کا دار و مدار کسی مذہبی عقیدہ پر مبنی نہیں ہونا چاہیے
جو خدا کے وار اور خداوند مسیح کی فطرت سے متعلق ہو۔ نیز کہ تمام مذہب
ایک ہی طرح خدا تک پہنچاتے ہیں، کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم کیا عقائد رکھتے
ہیں جب تک کہ ہم نیک زندگی بسر کرتے ہیں۔ گزشتہ ایک صدی سے
عوام میں سوچ بچار کا یہ طریق بہت زیادہ بڑھ چکا ہے ان باتوں کے
جواب میں دو چیزوں کا ذکر کرنا ضروری ہے پہلی چیز یہ ہے کہ اگرچہ پطیر مسیحیوں
نے بہت سے نیک کام بڑی قوت اور عقیدت سے کئے ہیں لیکن انکی کا پہلا
تصور مسیح کی تعلیم سے پیدا ہوتا ہے۔ خداوند مسیح نے بنی نوع انسان کو تسلیم
دی کہ وہ روح انسانی کی بے حساب قدر و قیمت کو جانیں۔ کیونکہ وہ مانتا تھا
کہ اس نے عام جہان کے لئے جان دی ہے اور اسی نے اپنے نوز سے
انسانوں کو سکھایا کہ گناہگاروں کے دوست بنیں۔ زندگی میں دکھ اور بے
کی چند صورتیں ہیں جس کا بظاہر کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا ماسوائے ان لوگوں

کے جو تجسم اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بعض آزمائشیں بڑی زبردست ہیں اور بعض دکھ لا علاج ہیں۔ ان کی کوئی دوا ہی نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ ہم تمام دکھوں اور بدکرداریوں کا انسداد کر دیں اور ہر ذی روح کے لئے زندگی بسر کرنا آسان کر دیں اور ہر شخص کو ایسے حالات میں ڈال دیں جو اس کی فطرت کے عین موافق ہو، تو ہم ان اقدام سے۔ اگر بیماری دوڑیں تک ہے، ان لوگوں کو وہ چیز نہیں دے سکتے جس کے وہ محتاج ہیں، زندگی کا حاصل خدا کو جانا ہے، اور ہمیشہ تک اُس کی ذات اقدس سے خوش رہنا چاہیے۔ چونکہ خدا ہمیں مسیح میں اپنا مکتبہ تجاہل ہے لہذا ہم اسے لئے زندگی میں بہترین شے ہے کہ ہم اس مکتبہ کو بیکھیں اور اس کو ہمیں بغیر سے علاوہ ہر شے اس حد تک مفید ہے کہ ہمیں اس مکتبہ تک پہنچا۔

”شام کو نہیں مجھے رائیڈ اسٹریٹ کی ایک سوسائٹی میں گیا جہاں ایک شخص کو تھرا کا پیش لفظ پڑھ رہا تھا جو اُس نے رومیوں کے خط کے لئے لکھا تھا۔ 4 بجے سے پندرہ منٹ پہلے جب وہ اُس تبدیلی کا بیان کر رہا تھا جو خدا انسانی دل میں مسیح پر ایمان لانے سے پیدا کرتا ہے، تو میں نے محسوس کیا کہ میرا دل عجیب طریق سے زربا میں نے محسوس کیا کہ میرا مسیح پر ایمان تھا، وہ مسیح پر نبوت کے لئے ایسے یقین دلایا گیا کہ میرے سب سے گناہ اٹھا سکے گا اور میں نے مجھے ہی گناہ اور موت کے گناہ سے بچا دیا ہے۔“

اولیٰ کا جرنل - نومبر ۲۴ مئی ۱۸۳۸ء

سترھواں باب

علمِ طبیعیات اور کتابِ مقدس کا ساتھ ٹنک مطالعہ

امیسیٹ اور بیسٹن صدیاں دونوں بے شمار تحریکات کا دور ہیں۔ پھر کچھ بظاہر ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں تاہم ان میں باہمی شبہات پائی جاتی ہے۔ ہر ایک تحریک میں سائنٹفک دریافت (SCIENTIFIC DISCOVERY) کی خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی ان میں علمی اصول کے مطابق دریافت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ یہ تحریک کسی قدر جوش و ولولہ جبری ہیں کہ ہم سچائی کو معلوم کریں اور حقائق کو حاصل کریں اور ان نظریات کو قبول نہ کریں جو سچائی پر مبنی نہیں۔

علمِ طبیعیات -

اس دور میں علمِ طبیعیات کو حاصل کرنے میں بڑی بھاری ترقی ترقی ہوئی۔ علمِ کیمیا برقیات، پرنسپل کی ترتیب و ترکیب، حیاتیات، علمِ طب کی دریافتوں نے دین اور انسان کی تاریخ کے تحقیقی روشنی ڈالی۔ ان چیزوں نے انسانوں کے لئے لاف یوسفات پیدا کئے ہیں کہ وہ اپنے حالاتِ زندگی کو اپنی طبیعت کے مطابق دیکھیں۔ اس قسم کے کام کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے۔

مسئلہ ارتقا EVOLUTION

انیسویں صدی کے بڑے بڑے سائنسدانوں میں سے ایک چارلس ڈارون اس نے سب سائنسدانوں سے بڑھ کر یہ تعلیم دی کہ وہ مسئلہ ارتقا پر ایمان لائیں۔ اس کے وقت تک عوام اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ دنیا نباتات و حیوانات اور نسل انسانی کے ساتھ جیسا کہ ہم اُسے دیکھتے ہیں حکم النہی سے ایک ہی وقت پر پیدا کی گئی ہے۔ ڈارون کی تعلیم کے مطابق دنیا نے کئی ارتقا کی منازل طے کی ہیں اور پورے زندگی ایک اُن قانون کے مطابق بند ترین شکل اختیار کر چکی ہے۔ عوام الناس نے یہ تصور کر رکھا تھا کہ خدا نے اپنی قوت کو معجزات کے وسیلے ظاہر کیا تھا۔ اُس نے ایسے کام کئے تھے جو قوانین فطرت کو مسترد کر دیتے ہیں۔ اب ان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ خدا کا اپنا قانون کے خلاف چلنا نفرت انگیز ہے۔ کتاب مقدس کی اعجازی کہانیاں ان مفکرین کی نگاہ میں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ بات درست نہ تھی اور بہت سے لوگ اس وجہ سے مسیحیت پر ایمان لانے سے ہٹ گئے لیکن دیگر لوگوں نے مزید تحقیقات شروع کر دی۔

مذہب کا سائنٹیفک مطالعہ

SCIENTIFIC STUDY OF RELIGION

مذہب میں دیگر شے کی طرح سائنس کا مطالعہ کا موضوع بن گیا۔ رومی حکومت کی تبدیلی کے بعد پہلے مرتبہ یہ سوال طر کیا گیا کہ کیا مسیحی خدمت سچی ہے؟ کیا مسیحی مذہب کی بنیاد حقیقت پر مبنی ہے؟ کیا ہر ایک مذہب سچا ہے؟

مذہب اپنے متعلق کیا روشنی ڈال سکتا ہے؛ کیا مسیحیت کی کہانی محض ایک تئیں
 ہے یا یہ قدیم رسومات کا ایک مجموعہ ہے؛ کیا یہ محض خدوہی پیشواؤں کی اختراع
 ہے۔ اور ان کی مکتوبی یہ تھی کہ ایک جاہل طبقہ کو اپنی گرفت میں لکھیں؛ کیا یہ
 ایک فرضی چیز ہے یا یہ بھی مصر، ہندوستان، چین یا یونان کی قدیم داستانوں
 کی طرح ایک داستان ہے؛ عوام کو تواریخ کتب متذہبہ کے متعلق بہت کم
 علم تھا کہ کس طرح مختلف کتب ضابطہ خدوہی میں آئیں یا کس نے انہیں لکھا
 اور اس کا کتنا کثیر حصہ ان کے خیال کے مطابق اس احتمال میں پورا نہیں
 تھا۔ مسیحی کلیسیاؤں نے پہلے پہل کبھی بھی یہ محسوس نہ کیا کہ ان رسومات کا جو ان
 سے پوچھے جاتے ہیں کیا مفہوم ہے۔ وہ جذ بہ بیلوری کے زیر اثر کے کی طرف
 بڑھ رہی تھیں جن کا تذکرہ ہم نے پہلے باب میں کیا ہے۔ وہ ان کی توجہ نہ دے کہ
 اس طرف تھی کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ غلام اس کے نہ انہیں کیا سوچنا پڑے۔
 یہ عام رسومات جوں کے بیان کی ابتدائی باتوں سے متعلق تھے ایسے عوام
 پریشہ گئے جبکہ وہ مرتبہ اس بیان پر مل جا رہے تھے۔ انہیں سن کر تھے اور یہ
 گویا دشمنی کے طوفان سے ایک ایسا نہاد حملہ تھا۔

کتاب مقدس کا سائنٹفک مطالعہ

(SCIENTIFIC STUDY OF THE BIBLE)

تاہم پہلے اس امر کا امکان تھا کہ کتاب مقدس کے سائنٹفک مطالعہ
 کو مفہومانہ رنگ میں دیکھا جائے بلکہ اسے ایک مستقل اعتراض کر دیا جائے
 اور اسے اب اعتراض سمجھا جائے جو سچائی کی بنا پر کیا گیا ہے کتاب مقدس کا
 سائنٹفک مطالعہ کس جسے کے جواب میں شروع نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ کئی سال

قبل شروع ہوا تھا۔ ستائیسویں صدی کے اختتام پر ۱۶۶۷ء میں ایک فرانسیسی
رومن کیتھولک پریسٹ ریچرڈ سائمن (RICHARD SIMON) پر بیانات و سن
بھرتی کر پیدائش کی کتاب کئی کتابوں میں ایک واقعہ کی دو کہانیاں پیش کرتی تھیں
مثلاً: لوزان کی کہانی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس دریافت سے عوام میں زیادہ
خاف پیدا نہیں ہوا۔ ستر سال سے زائد عرصہ کے بعد ایک فرانسیسی بنام مین
آسٹرک نے جو کہ ایک رومن کیتھولک تھا، اس بات پر غور کیا کہ پیدائش کی
کتاب میں خدا۔ لٹے دو نام مستقل کئے گئے ہیں۔ پہلا لفظ وہ ہے جس کا
تہمہ نہ خدا کرتے ہیں۔ اور دوسرا لفظ وہ ہے جس کا ترجمہ ہم نہ دے سکتے ہیں۔ یہ
لفظ اٹلھے۔ مستقل نہیں کئے گئے بلکہ تمام کہانی میں بعض اوقات ایک دوسرا لفظ
استعمال کیا گیا ہے۔ آسٹرک کو ایسا معلوم ہوا کہ اس حقیقت کے پیچھے کوئی اہم
بات ہے چہ جائیکہ وہ اس ہمیت کو اٹھان نہ کر سکا۔ اس کے نظریہ کے مطابق
دیگر لوگوں نے اس کے مشاہدے پر غور کیا جس کے نتائج بے حد اہم ثابت ہوئے
اس وقت سے طبعیت کا ایک جدید دور شروع ہوا۔ نہ صرف ملاوٹ و فساد کے اذمان
بلکہ عام کتاب مقدس کے پڑھنے والوں کے اذمان بھی جدید طریق مشاہدہ میں زیادہ
ترتیب یافتہ ہیں۔ انہوں نے تازہ نقاط کو معلوم کیا۔ انہوں نے ان مشکلات پر
بحث و مباحثہ کیا جنہیں پہلے چھوڑ دیا گیا تھا۔ انہوں نے بے شمار سوالات
پوچھے۔

متن یا الفاظ کی تنقید

یہ سوالات انہیں متن کی صحت کی طرف واپس لے آئے۔ متن کے تحفظ کا
کام ایک دفعہ اور یمن (ORIGEN) کو درپیش تھا۔ بڑے بڑے مبیل القدر اور

جیڑ ملنے اس کام کو بڑی کامیابی سے کیا اور اب ہم یقین کامل سے کہہ سکتے ہیں کہ اصل کتب کے اصل الفاظ پر پورہ محفوظ نظر رکھے ہیں۔ عہدِ بدو کے متعلق ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ عہدِ بدو کے عام مفہوم اور متن کے الفاظ کے مطلق ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ جیسے وہ ٹھونڈے وقت میں تھے ایسے ہی اب بھی ہیں۔

ہمارے پاس مرنے والے قدیم ہے جو ٹھونڈے کے پاس تھا۔ مرنے والے کے قد کے وصلے میں بڑی غیر سوج اور نمایاں طرفی سے اور قدیم یاد کا دل کی دریافت سے مدد ملی ہے۔ ان دو باتوں کا ایک اہم نتیجہ یہ ہے کہ اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ ان قدیم رسم الخط کی تحریرات کو پڑھا جاسکے جو مصر اور میسوپوٹامیہ میں مرنے والے تھیں ایسے ہی ہم ان تحریرات کے مفہوم سے واقف ہوا ہے۔

THE ROSETTA STONE.

انیسویں صدی کے شروع میں مملکت میں ایک پتھر لایا گیا جس پر قصہ بڑی خط میں ایک کتبہ تھا جو فرعونوں کے نام میں مصر کے پریست تھان میں لکھا تھا۔ اس کتبے کے نقشہ کباب اور کتبہ پانی حور و پانی حور کے نقشہ تھا۔ لکھا کا قیاس تھا کہ فرعونانی کتبہ مصر کے کباب کباب فرعون کے دور ہونا چاہیے۔ میں نے اس کو دیکھا اور فرعونانہ کتبہ کے نقشہ سے بہتر یہ ان الفاظ کے گرد اور کباب کباب بھی ان الفاظ کا قدیم تھا کہ کتبہ پر کتبہ ہم نے یاد کیا کہ ان کے نام ہیں۔ ان کے نام نے فرعونانہ کتبہ کے نام سے جڑیں ہوئی ہیں۔ یہ نام اساتذہ کل درست ہیں اور یونانی تہذیب کے مد سے جڑیں ہیں۔ اس دسویں صدی کے انیسویں صدی کے تہذیب کے نام سے جڑیں ہیں۔

سے لی ہیں سمجھ سکتے ہیں۔

مٹی کی تختیاں (CLAY TABLETS)

چند سالوں کے بعد آثارِ قدیمہ کے اہلِ علم نے اس وقت کو باقی رکھا تو ان
 غبروں کی کھدائی شروع کر دی۔ انھوں نے اس میں سے کچھ کھدائی نہیں کی تھی
 کی تختیاں ملیں جن پر کچھ کھدائی ہوئی تھی۔ ان میں سے ان کے مطالبے کے مطابق
 جب کچھ کھدائی چاہتے تھے تو وہ زمین پر کھدائی کرتے تھے اور ان کے مطالبے کے مطابق
 ایک اوزار لیتے اور اس اوزار کو مٹی پر دبا دے اور ان کے مطالبے کے مطابق
 اس مٹی کو آگ پر پکایا جاتا تھا جس سے وہ تھک کی طرح ایک سخت اور پختہ
 تختی بن جاتی۔ ان تختیوں میں سے بعض ایسی تختیاں ملیں جن پر کھدائی ہوئی
 طوفان کی کہانیاں کھس گئی تھیں جن کا عنوان تھا کہ اس کی کتاب کی کہانیاں
 سے بہت زیادہ عجیب تھا۔ ان کہانیوں کا نام ایک عجیب ہے لیکن یہ کہانی
 کہانی میں ایک کہانی بیٹا ہے جو دوسری کہانی میں لکھی ہیں آری کہانی
 اس بات کا ثبوت ہے کہ عبرانیوں کو اس قدر لکھنے سمجھنا پڑا تھا کہ ان
 وہ ان سے فرق تھے۔

تل الامرنہ کی تختیاں (TEL E-AMARNA TABLETS)

ان تختیوں کا ایک بڑا عجیب نمونہ اس وقت سے نہیں ملے گا جس سے حاصل
 ہوا۔ یہ تختیاں وہ تختیاں تھیں جو سلطنت کے مختلف شہروں کے حاکموں
 کی طرف سے ملک و عوام کو تحریر کئے گئے تھے۔ اس سلطنت میں یہ شہر اور
 دیگر بڑے بڑے شہر شامل تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ان کی یہ حالت تھی کہ ان
 کے نمونہ اور سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے نمونہ میں سلطنت کے نام یہ ہیں

میرانی ملک تھے جو کھنان کی سرزمین کی طرف دباؤ ڈالتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

گھوڑی کا مجموعہ قوانین

ایک سیاہ پتھر پر جو چھ فٹ لمبا ہے کچھ کندہ کاری ہے۔ یہ ایک بادشاہ کی تصریح پیش کرتی ہے جو ہاتھ جوڑ کر اپنے دیوتا کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے ایک قانون یا ضابطہ حاصل کر رہا ہے۔ یہ قانون پتھر پر کھد ہوا ہے۔ بہت سی باتوں میں ہیں یہ قانون معاہدوں کی کتاب یا دوا ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ - خود دوا باب ۲۰: ۲۲ سے ۲۳ تک) یہ پتھر ناقابل ہے کہ اس کا تعلق ابراہام کے زمانہ سے ہے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ جس کی تصویر اس پتھر پر کھدی ہے مر فیل (AMRAPHE) شہنشاہ شینا ہے جس کا تذکرہ بدستور ۱۰ میں مندرج ہے۔ یہ قوانین میں بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ملک کس نام کا تھا جب ابراہام نے اسے چھوڑا اور کنعان کو چلا گیا۔

ایرٹار حادون کا مینار

(OBELISK OF ESAR HADDON)

وہ جئیں جو اسعدی اور بابی۔ ٹوں سے جوئیں اور بین طایعات ہم میں عین کی کتابوں میں پڑتے ہیں تحقیقوں اور بیانیوں کی گنج ہیں۔ یہ مینار ایک منارہ ہے جس پر سدرن کی تصویریں کھدی ہیں جو حکمرانوں اور شاہان سے اس خراج حقیقت کا مستند ہیں۔ ان قاعدوں میں سے بعض تو اسد سز میں امور

یعنی اسرائیل کے تخت لار ہے ہیں۔ ایک عقی پرورش کے محاصرے کے
 متعلق سیخرب (SENNACHERIB) کا نوٹ دیکھی ہے جو ہم پر ہیں
 ۱۹۱۰۸ اور سیعیاہ ۳۶: ۳۷ میں پڑھتے ہیں۔ وہ بتاتا ہے کہ اس نے پڑھ
 سے جی بھائی رقم حاصل کی اور اس نے عزتیاہ شاہ بھڑوہ کو ایسے ہی
 کی طرح ایک بنجرے میں بند کیا، لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ اس نے شہر قبضہ میں
 لیا۔ وہ مختلف طریقوں سے اسے بیان کرتا ہے۔

پیپیرس

کتاب مصر سے کتابوں کے ٹکڑے ہوتے اور اسی سے ان جو ایک قصہ کے
 کاغذ پر جسے پیپرس کہتے ہیں قلمبند ہیں۔ کاغذ کے ان ٹکڑوں کو پیپریا (PAPYRUS)
 کہتے ہیں۔ ان میں سے متعدد کاغذات ہیں مسیحی مذہبوں کے ہیں بعض غیر مذہبی
 المسیح کے قرآن لکھے ہیں جن کے متعلق ہمیں انجیل کے ذریعہ علم ہے۔ بعض
 اقوال سے ہم آشنائیں اور ہم یہ بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ اقوال انہی
 رہنا المسیح کے اقوال ہیں۔ چونکہ پیپرس کے یہ کاغذات ذرا ٹوٹ جاتے ہیں اس
 لئے عام طور پر ان کاغذات کے ٹکڑے چھوٹے ٹکڑے ملتے ہیں۔ ان میں
 سے ایک ٹکڑا جو مسیحیوں میں باقاعدہ مقدس پوختا کی انجیل مقدس کے
 نسخہ سے ہے جو رومی مہدی میں قلمبند ہوا تھا۔ یہ ٹکڑا موجودہ مسیحی
 تحریرات میں سب سے قدیم چیز ہے۔

نسخہ سینائی (CODEX SINAITICS)

کتاب مقدس کے قدیم ترین نسخے جو ہمارے پاس موجود ہیں چھٹی صدی

میں لکھے گئے تھے۔ بہت سی بائبلیں، ڈیوٹھیشین ایڈیٹ

(DIOCLETIAN PERSECUTION) میں ملاحظہ ہو۔ اب چہارم، میں

قدردی گئی تھی، رادوسلطنت کی نہ ہی تبدیلی کے بعد یہ نہ رہا تھا کہ ان کی

جگہ نئے نسخے تیار کئے جاتے۔ اس دور میں ایک خوبصورت نسخہ تیار کیا گیا

تھا جو اب وٹیکن کتب خانہ میں رکھا ہے۔ اسے نسخہ وٹیکن (VATICAN)

کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسی وقت، کچھ عرصہ کے بعد، ایک اور نسخہ

تیار کیا گیا تھا جس کی کئی بڑی عجیب و غریب باتیں، نسخہ فی الحقیقت

اس وقت کے کسی بہترین خوش نویس کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا۔ اس کی حرف

بے حد خوبصورت رہا، لفظ میں چھاپے کے حروف کی طرح بہترین چھپنے کا انداز

پر قلمبند کرتی ہے۔ ہر لفظ کے ہر حرف اس کی تاریخ سے آگاہ کئے ہوئے ہے

اب جہنم حیات نام ٹشندورف (TISCHENDORF) سینٹ لٹمن

کے قدیم راجہ خانہ میں جو روسینا پر آباد تھا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ

بے شمار قسطنطنیہ میں پڑتی ہیں، ایک روز وہاں کے۔ یہاں میں سے اسے

راجہ خانہ کی گورگاہ میں ایک راجہ خانہ جو پورے کوڑ کیا گیا۔ یہاں تو رہیں

والا کرانگ جلائے کی غرض سے لیا گیا۔ اسے اس کا ذکر دے۔ سب سے

سلسلہ شنگو چاری کرویا اور اس کتاب میں اسے معلوم ہوا کہ اس کوڑ کیا گیا

کچھ چھپی ہانڈ کے اوراق میں جن پر بڑی خوبصورت یونانی تحریر بھری پڑی ہے۔

اس نے قریب ہوا۔ غرض سے ان اوراق کا مشاہدہ کیا اور ان میں شمس کے آدمی

کی طرح جس کا ذکر مرقی ۱۳: ۴۶ میں مرقوم ہے، اس نے محسوس کیا کہ اس

نئے ایک خزانہ ڈھونڈ لیا ہے۔ یہ اوراق کتاب مقدس کی ایک جلد کے چالیس

صفحات تھے۔ کئی ساواں کے بعد وہ اس نسخے کے دیگر اوراق حاصل کرنے

میں کامیاب ثابت ہوا۔ اس مہم میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس نے
 یہ نسخہ زار روس (TSAR OF RUSSIA) کو مرحمت کیا اور یوں ساٹھ سال
 سے زائد عرصہ تک یہ نسخہ زار کے کتب خانہ میں بمقام سینٹس برگ (جسٹس
 لیننگریڈ) رکھتے رہے۔ جنگ عظیم میں زار کو شکست ہوئی اور یوں اس کا
 کتب خانہ سویت کے ہاتھوں میں آگیا۔ کئی سالوں تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ
 کتاب مقدس کے اس نسخے کا کیا انجام ہوا۔ (یہ نسخہ نسخہ سیستانی کے نام
 سے موسوم ہے کیونکہ یہ کوہ سینا سے دستیاب ہوا تھا) لوگوں کو
 تشویش تھی کہ شاید یہ نسخہ برباد ہو چکا ہے۔ لیکن جبکہ علماء و فضلاء اور کتاب
 مقدس کے پروفانوں کی خوش قسمتی تھی کہ سال ۱۹۳۲ء میں سویت حکومت
 نے برٹش میوزیم لندن کے ڈائریکٹر کو لکھا اور انہیں یہ نسخہ پہنچنے کی پیش
 کش کی۔ سلطنتِ برطانیہ نے اس کو خریدنے کے لئے نصف قیمت دی اور
 عوام الناس نے بقیہ قیمت ادا کی اور اب یہ نسخہ برٹش میوزیم کی سب سے قیمتی
 اشیاء میں سے ایک ہے۔

”وہ جو جو حیرت ہے حکومت کرے گا اور وہ جو حکومت کرے گا آرام
 پائے گا۔ تم متحیر و حیرانگی سے اس چیز کو دیکھو جو تمہاری نظر دل کے سامنے
 ہے۔“ (یہ قول ہمارے خداوند اسحٰی سے منسوب ہے اور ایک پیپری سے
 اخذ کیا گیا ہے)۔

اٹھارواں باب

انیسویں اور بیسویں صدیوں کی تحریکیں ! مشنیں :-

مغرب میں ان صدیوں کے دوران میں تمام کلیسیاؤں کے اندر شخصی مذہب کی بیداری وسیع اور گہرے طور سے پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ مشنری ذمہ داری کا احساس بھی ہوا۔ اس سے قبل کے کسی بھی دور میں کلیسیا زیادہ وسیع طور سے نہ ہی پھیلی تھی اور نہ ہی اس سے سرعت سے کام لیا تھا۔ اب تو یہ عالم میں کوئی بھی ملک نہیں رہا تھا جہاں تھوڑی بہت انجیل کی منادی نہیں کی گئی تھی۔ دوسرے لوگوں کی تعلیمی سرگرمیوں کے گہرے اثرات ان کلیسیاؤں پر بھی پڑے جنہوں نے اس سرگرمی کی ابتدا کی تھی۔

مذہب اور سائنس :-

ان قدیم کلیسیاؤں نے اپنی دوہری کوشش میں کہ مسیحی ایمان کی بناوی نئے ممالک میں اور اپنے اپنے ملک میں کریں جدید سائنس اور جدید ملوک کی فکر کرنا شروع کیا۔

فیسیوی سنی کے دسویں جدید غور و فکر نے جس کے متعلق ہم گزشتہ باب پر
 قدر کر رہے تھے، مختلف محاکمات پر تعلیم یافتہ طبقوں کی پناہ اور وہ بنیاد پرست
 سے لول یہ خیالی کرنے لگے کہ وہ کسی جی صورت میں کتاب مقدس کے افکار
 پر ایمان نہیں آسکتے اور مسیحیت باطل ثابت کر دی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے
 خود خود مسیحیت کو ترک کر دیا۔ انہوں نے اپنے چوتھ کی پادشاسی اس نظام
 سے کی کہ وہ اسے ایک تعلیم ادا نام پرستی متفقہ کریں جس کی اب مزید ضرورت
 نہیں تھی۔ اس نوعیت کی سوچ بچار بہت جلد ہی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں
 پھیل گئی اور وہ خود بدعت میں پچاس سال پہلے سے جو نہ تھے بہت کم ایمان
 رکھتے تھے۔ یہ بات یاد رکھنا ہے کہ دراصل یہ بہت کم دین سے نہ
 ثابت ہوا تھا۔ یہ تین تین نامور تھے جو ان کی ایمان، حلقہ و زیادہ
 سوچ تھیں۔ یہاں جو اسے کہہ رہے تھے، انہوں نے یہ بات نوادر پرستی کی جو مسیح
 اور مسلمانوں میں پیدا ہوئی تھی۔ یہاں سے اس کی تادیب ہوئی ہے۔

رسالہ میں غلطیوں اور غلطیوں کی کچھ سوچ پر بے شمار کتابیں لکھی جاتی ہیں۔
 بہشت عقیقہ بہت بہت میں منزل کار سے دیکھ کر ان کی جوں طرف مذہبی تہمتیں
 خیاں کا منزل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند ہیں، اس بات میں زیادہ تر
 کے لئے ہیں کہ وہ بارہ نہ تھے ان کی زبان میں مذہبی مسیحی ایمان کے مرقع نہیں اور
 جدید معلومات کی روشنی میں اس دعویٰ کی تصدیق کی گئی۔

دارے عمرانی اور زبانی مسلم کی ترقی پسند فطرت کی ترجمان ماکام تہ
 دم وقت سے دوبارہ شروع کیا گیا ہے۔ قدیم راہ کی نظر ترقی کی گئی ہے اور بہت
 سے نئے نئے ترجمے کی جاچ ہیں۔ ۱۹۲۶ء کے آخر میں برٹش اینڈ فارن
 بائبل سوسائٹی نے ایسے سات سوچے ترجمے کئے تھے۔

اتحاد مذہب: اینگلیکن

شخصی مذہبی بیرونی کے بعد عمومی مذہب کے احساس کی بہترین بھی پیدا ہوئی۔ یہ پینتھونٹک مٹرائٹ کے رپ میں ظاہر ہوئی اور آکسفورڈ تحریک (OXFORD MOVEMENT) کے نام سے مشہور ہے۔ اس تحریک نے اینگلیکن شہ کا کو میٹر انشیں کی دقت و احترام کے لئے اور ایسا کے فاسری اتحاد کے لئے جو بہت زیادہ اہم موجد تھا۔ ضرور لیا ہے۔

رہم

انجیلیا نے روم نے ہمیشہ نہ ہونے والی عیسائیوں سے مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کا کیا تھا۔ اس سے پہلے اس کا کہہ کر مقصد روم سے مستقل طور پر الگ ہونے کا تھا۔ اس کا مقصد بائبل کی روشنی میں وحدت و اتحاد و قدر میں داخل پر بھی قرار ہے۔ یہ عیسایا بھی تھا اس حق کی منگی سے اس حد تک دیگر عیسائیوں میں سر کا ہوا ہے۔ اس کے عیسایا روم سے یہ حق نہ مانا۔ اس سے نہ صرف اس پطرس کے بلکہ روم کے سابق سربراہوں سے یہاں یہاں کہ عیسائی اتحاد عیسایا نے روم کی اطاعت نہ کی ہے۔ یہ عیسایا بڑا ہے۔ عیسائی عقیدہ میں جو یہ حق کی نسبت (INFALLIBILITY OF THE POPE) کے اعلان سے ظاہر ہے عیسایا نے اس دعویٰ کے غلط کے لئے اٹھائے کی چرچی قدیم چرچی بائبلوں کو قبضہ میں رکھنے کے حق پر زور دیا ہے جو صرف زمانہ کے ساتھ کھو چکا تھا۔ لیکن بائبلوں کا قبضہ پوپ کو ایک حاکم الوقت و ابدی حقیقت دیتا ہے جو کسی

دنیوی حکومت کے ماتحت نہیں ہے۔ پوپ کو یہ حیثیت ۱۹۲۹ء میں واپس کر دی گئی تھی جبکہ اٹالیہ کے بادشاہ نے اسے ایک چھوٹی سی ریاست کا فرائزوا تسلیم کر لیا۔ یہ ریاست صرف وٹیکن سٹی (VATICAN PALACE) باغات اور روم شہر کے پانچ ٹرسے بڑے گرجوں کے حقوق پر مشتمل ہے۔

مشرقی اور ایشیائی کلیسیا میں :-

مشرقی یعنی کلیسیا ڈل اور ایشیائی کلیسیا ڈل کا بچا کچھ اچھے بہت درجہ قطع ہو چکا تھا اب وہ اس قابل نہ تھا کہ باقی دنیا سے مسیحیت کے ساتھ مل کر ایک مجموعی قدم اٹھائے لیکن اب وہ جھٹ بھائی عمارت کے زیر اثر دنیا سے مسیحیت کی طرف کھینچا گیا ہے۔ جدید ایجادات نے مختلف ممالک کے مابین آمد و رفت کے سلسلہ کو پہلے سے بہت زیادہ آسان کر دیا ہے۔

یونان اور رومی کلیسیا میں :-

یونانی اور رومی کلیسیا یوں کے مابین فرقہ بندی کے زخم جو ۱۰۵۴ء میں پیدا ہوئے تھے ابھی تک سرے نہیں ہوئے تھے۔ بعض حالات میں ان کے مابین شرکت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ یونانی کلیسیا اپنی قدیم روایات کی پرجوش عقیدت کے باعث جن پر وہ چوتھی صدی سے عمل و سامع ہے امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کلیسیا کی عبادتی تبدیلی سے اتنی خائف تھی کہ وہ بے جہش اور سستی کی حالت میں غرق ہو چکی تھی۔ ۱۸۴۸ء سے ۱۸۶۸ء تک اس کا اسقف اعظم اپنے تقرر شدہ مقام کے ساتھ دینی کاموں میں ترکستان کے سلطان کا محکمہ رہا۔ رومی کلیسیا کئی صدیوں سے زار یعنی رومی شہنشاہ کی مکمل اطاعت سے ملتی

ہی ہے۔ ۱۹۱۶ء میں جنگ عظیم کے دوران میں زار کا زوال ہوا اور کلیسیا پر
 اذیت کا ایک طوفان اُمتڈ آیا۔ اس طوفان میں شہادت کا تاج اس کلیسیا
 کو واپس پہنایا گیا۔ اس کے شرکاء کو اور خاص طور پر پریشٹوں کو غربت، ناقہ کش
 قید، بالجرہم اور سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کلیسیا کے متعدد گرجا
 پر قبضہ کیا گیا اور انہیں گداموں، عجائب گھروں یا دارالتصویر (سینما) کے
 طور پر استعمال میں لایا گیا۔ اس جوہرِ وطن کلیسیا "CHURCH IN EXILE"
 نے اچھے کر یہ کلیسیا اپنے آپ کو اس نام سے پکارتی ہے (اپنی ناکامیابی سے
 اقبال حاصل کیا ہے) اب وہ مسندِ سی سے اپنی غلطی کی تصحیح کے دہپے ہے
 اور اس گھڑی کی منتظر ہے کہ اُسے کب واپس بلایا جائے کہ وہ ملکِ روس کو
 پہلے سے بہتر تعلیم دے اور اس کی خدمت کرے۔ روس میں روسی کلیسیا کے
 باقی ماندہ حصے اور دیگر فرقوں کے مشنری مباحثان خصوصاً پینسٹ لوگ شدید مشکلات
 اور آزمائشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مسیحیت کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہاں مسیحی
 کلیسیا میں رہا سوائے پینسٹ لوگوں کے (جن پر ان کے اپنے بشپ یا بشپوں
 کی مجالس حکمران ہیں) صرف روسی کلیسیا کا ٹیڑھ ایک بٹیک کے ہاتھ میں ہے جو دیگر
 بشپوں سے متاثر و متاثر ہے۔

غیر مستقنی کلیسیا (NON-EPISCOPAL CHURCHES)

غیر مستقنی کلیسیاؤں کی امتیازی طرزِ حکومت یا قہرِ مسیحیت یہ ہے، یا
 نائنگیشین ہے۔ تاریخی نقطہ نظر سے اول الذکر نظام کا سلسلہ جان کیلون
 (JOHN CALVIN) تک چلا جاتا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ الفاظ یعنی
 پریسبٹر (PRESBYTER) (ایڈلٹ) اور بشپ (بشر) رانظر و نگران (جن کا ذکر

حمد جدید میں ہے بعد ازاں حمدوں کے لئے استعمال نہیں کئے گئے بلکہ ایک ہی حمد کی دو تہیں ہیں۔ کلیسیائی اتحاد کو کلیسیائی عدالتوں کے تدریجی نظام کے آگے بڑھنے کی طرف سے اور کیا رہا ہے کہ کرسچن جو لوگ کانگریس کے تقریر شدہ خدام اور بلا تقریر ایڈریسوں پر مشتمل تھے وہ پریسبیٹری کونسل میں ان فائدوں، تقریر شدہ خدام، بلا تقریر ایڈریسوں پر مشتمل تھے جو اس کے ملحقہ اتحاد میں داخل ہیں۔ سندھ اپنے میمبروں کی پریسبیٹریوں کا نمبر سے، ان کلیسیاؤں میں جو موبائی حدود سے زیادہ حیثیت رکھتی ہیں۔ سبزیل سندھ یا سبزیل اسمبلی عدالت الیابریک حیثیت رکھتی ہے۔ یہی نظام حقوق سے بہت تیزی سے تبدیل کے ساتھ لوہے میں کیونست یا ریٹائرڈ کلیسیاؤں اور پریسبیٹری نے اختیار کر رکھا ہے۔

میتھوڈسٹ کلیسیا نے پریسبیٹری طرز کو اختیار کیا ہے اس میں کلیسیائی عدالتوں کا ذیل کے طریق سے ایک ترتیب وار نظام ہے۔

سربراہان کا اجلاس (LEADERS MEETING)

علاقائی سربراہی اجلاس (THE QUARTERLY MEETING OF THE CIRCUIT)

ضلعی سندھ (DISTRICT SYNOD)

اور کانفرنس (CONFERENCE)

کانگریس، اور پریسبیٹری کلیسیاؤں نے کانگریس یا خود مختار طریق اختیار کر رکھا ہے ان میں مقامی کلیسیا سرنویسٹ کی عدالت الیابریک سے آیا اور خود مختار سے۔ گزشتہ سالوں میں کلیسیائی اتحاد کے معلقوں یا انجمنوں کو جو وہ میں مانے کے لئے انہماک خیال کیا گیا تھا۔ ان انجمنوں (UNIONS) کو نظم و نسق، قانونی اختیار نہیں ہے بلکہ وہ انفرادی فائدوں پر مشتمل ہیں جو

باہمی امداد و رفاقت اور مشترکہ مفاد و مصلحت کی ترقی کے لئے ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں۔

نوٹھرن فریق کے لوگ ایک جماعت کی تنظیم نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے آپ کو ان ممالک کے مطابق تنظیم کرتے ہیں جہاں جہاں وہ پائے جاتے ہیں۔ بعض جماعتوں کی تنظیم اسقفی طرز کی ہے اور بعض کی غیر اسقفی طرز کی۔ جرمنی میں بہت سے نوٹھرن کلیسیا کے پاس بان ظلم و تشدد کا شکار بنے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے حکومت کو اجازت نہیں دی تھی کہ وہ کلیسیائی عقائد میں مداخلت کریں۔ لہذا اس بنا پر متعدد نوٹھرن پاسبانوں کو ان کے کاموں اور خاندانوں سے علیحدہ کر کے کیمپوں میں مقید کر دیا گیا ہے۔ جہاں ان سے جبراً کام کرایا جاتا ہے۔ دی سوسائٹی آف فرینڈز جنہیں عام طور پر کوئیکز کہا جاتا ہے مذکورہ بالا کلیسیاؤں سے اس رنگ میں متفرق ہیں یعنی ان کے ہاں نہ تو سیکرمنٹوں کی رسوم ہیں اور نہ ہی تقدس شدہ خدمت پائی جاتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جگ و جدل ہر حالت میں غلط ہے۔ بگسٹی فوج کے لوگوں کے ہاں بھی سیکرمنٹوں کی رسوم نہیں اور اس کا نظام حکومت ایک فوجی طرز پر ایک جنرل کی زیر نگرانی ہے۔

ہم نے اس امر کا جائزہ لیا ہے کہ کس طرح بیس صدیوں کے دوران میں کلیسیا نے ان تین کاموں کو جو پہلے پہل اس کی تفریض میں کئے گئے تھے پورا کرنے کی کوشش کی یعنی سیکھنا، سکھانا اور گواہی دینا۔ پہلے وہ کام کسی قدر مختلف کلیسیاؤں کے وسیلے احسن کام نے ابھی ابھی تذکرہ کیا ہے سرانجام دئے جاسکتے ہیں لیکن تیسرا کام نہیں کیا جاسکتا۔ ایک منقسم کلیسیا کبھی بھی ایک متحدہ گواہی نہیں دے سکتی اور ایک منقسم گواہی سے یقیناً کئی پیدا نہیں ہو

سکتا۔ اب ہم کلام پاک کی چوتھی آیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ ہم اس خیال کو ذہن نشین کریں کہ اگر کلیسیا منقسم حالت میں ہے تو خداوند یسوع مسیح غیر منقسم ہے اور وہ دنیا کے آخر تک ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ بیسویں صدی کی سب سے امید افزا تحریک ان منقطع کلیسیاؤں کا ایک دوسرے کے قریب قریب ہونا ہے۔ اس بات کی کوشش کی جا چکی ہے کہ سب سے پہلے کلیسیائی جدائیوں کو دور کیا جائے۔ رہنماؤں اور مفکرانہ دل نے دلائل کی بنا پر کسی خاص طریق کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے یا انہوں نے کسی خاص اصول کو بنانے کی کوشش کی ہے جس سے اختلافی مقاصد و آماں میں موافقت پیدا کی جاتے۔ لیکن ابھی تک ان کے ہاتھ اس قسم کا اصولی نہیں لگا۔ بیسویں صدی کی اتحادی تحریکیں مجموعی کوشش اور مجموعی زندگی کے اعتراف اور قدر شناسی سے پیدا ہوئی ہیں۔ علم و ہنر کی تحصیل کا باب سب کے لئے کھلا ہے۔ جنگ و جہل کا بوجھ اور مشکلات فرقہ وارانہ اختلافات کو ختم کر دیتی ہیں۔ سب سیاحی فرقوں کی زبردست کوشش ہے کہ دنیا سے عالم کے بشارت کے کام کو مکمل کیا جائے۔ یہ چیز ان فرقوں کے اندر ملی اتحاد کو ظاہر کرتی ہے۔

ہم سب اقبال کرتے ہیں کہ خداوند مسیح ہمارے ساتھ ہے اور ہم دوسروں کے ساتھ کھڑے ہو کر اُس کا دیدار کرتے ہیں۔ زندگی کے موجودہ اوقات تاریک ہو سکتے ہیں لیکن ہم غمزدہ نہیں ہوتے۔ اس سے قبل ہم نے مشکلات کے اوقات دیکھے ہیں اور ہر ایک وقفہ میں ہم نے اس بات کو معلوم کیا ہے کہ وہ جتنا خراب بداشت کرتے رہے ہیں۔

ربنا مسیح نے کبھی بھی یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ اُس کے شاگردوں کے لئے زندگی بسر کرنا آسان ہو گا۔ خداوند نے یہ وعدہ ضرور کیا تھا کہ وہ زندگی بسر کرنے

کے قابل ہوگی۔ چنانچہ یہ زندگی دُسی ہی ہے۔ تمام ناکامیاں جوں، تمام غلطیوں اور تمام نقیصات کے باوجود کلیسیائے عالمگیر فتح نہیں کی جا سکتی، یہاں تک کہ بدترین اوقات میں بھی جبکہ خود کلیسیا پورے طوطے سے گر چکی ہے اور مکبر گھمنہ مستحسن یا مافوسس کا شکار بن چکی ہے۔ کلیسیا میں مقدس لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے خوشی، اطمینان، فنی خوبجورقی اور علم و ہنر کے ثمرات پیدا کئے ہیں۔ انہوں نے ربنا المسیح کے پاک نام کے نسل انسانی کی مدد اور خدمت کی ہے اور مَرَدوں میں سے زندہ مسیح کے وسیلے وہ نئی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کلیسیا ہمیشہ اقلیت کی حالت میں رہی ہے۔ وہ ہمیشہ مقابلہ کرتی رہی ہے، اور مقدس پوٹرس کے خیال کے مطابق سرتی رہی ہے اور دیکھو وہ زندہ ہے، ہمارے خداوند کا فرمان ہمیشہ سچا ثابت ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں معصیت اٹھاتے ہر ممکن خاطر جمع رکھو میں دنیا پر غالب آیا (یوحنا ۱۶: ۳۳) ہوں !!

May God In Jesus Christ pour out his abundant mercies upon you all.

Yours In Christ,

Evg. Yousaf Masih (founder)

Rev. Michael Joseph...cscentrkr@gmail.com

Evg. Joy Jacob ...adrxdesigner@gmail.com

پی۔ آر۔ بی۔ ریس پریس ہوم میں باہتمام مسٹروی۔ ایس۔ کے فضل
سیکٹری ایس پی بی۔ کے (کرپن ملج سوسائٹی) انارکلی لاہور چیمبر شائع ہوئی۔

And this is life eternal, that they might know you the only true God, and Jesus Christ, whom you have sent. {John 17:3 }

Dear Brothers and Sisters In Christ,

We greet you in the name of our redeemer Lord Jesus Christ,

The religious situation in Pakistan is known to the world, It is the dire need of the day to provide religious plus academic education to all and especially the young generation to face future challenges. We are by God's good grace and providence, in possession of old Urdu Christian literature written by our forefathers and scholars in faith, who were giants in their respective fields and piety, who sought to strengthen the Christian Indo-Pak Church in their respective day through the means of writing theological and apologetical treatises on different religious topics from the viewpoint of Christianity, This literature unfortunately as we know is literally extinct and hard to find anywhere, But we have decided to supply this lack through the means of reprinting these books again in Hard Book format for anybody who is interested in the study and defence of the word of God, This literature is extremely useful for local pastor's and preachers of the native church for expounding the word of God to those who are committed to their care, It is equally true that we are in shortage of resources to get all of the books printed that we currently have, But we will reprint books on demand and will charge an appropriate fee to cover our basic expenses for that particular book or set of books.. For the fulfillment of this divine mission, we most urgently require your cooperation and support especially through your prayers, If in case you happen to have such literature and wish to distribute it to those shepherds in need, you can contact us directly through the mails given below, Your emotional and financial support will make this impossible task possible, We also have our book list of these old books from which you can choose for yourself which book you are looking forward to read.. May God in Jesus Christ pour out his abundant mercies upon you all.

Yours in Christ,

Evg. Yousaf Masih {founder}

Rev. Michael Joseph...cscentrkr@gmail.com

Evg. Joy Jacob ...adrxdesigner@gmail.com